Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

985

985

उर्दू संग्रह

पुस्तक का नाम इसरारे इकबाल

लेखक हुसैन मेहन्दी रिज़वी

प्रकाशन वर्ष 1975

आगत संख्या 985 985

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

पुस्तकालय

गुरुकुल कांगड़ी विश्वविद्यालय हरिद्वार

वर्ग संख्या ——— आगत संख्या ———

पुस्तक - वितरण की तिथि नीचे अंकित है इस तिथि सहित 15वें दिन तक यह पुस्तक पुस्तकालय में वापिस आ जानी चाहिए । अन्यथा 10 पैसे प्रतिदिन के हिसाब से विलम्ब - दण्ड लगेगा ।

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

985

985

गुरुकुल कांगड़ी विश्वविद्यालय
कृपया पुस्तक के ऊपर कोई निशान आदि
न लगायें।

985;U

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Forwarded with Compliments
from the Department of
Culture Government of India

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

985

اسرارِ اقبال

स्वाक मसार्दीकरण १९८४-१९८५

تبصروں کے ساتھ علّامہ اقبالؒ کی مثنوی

"اسرارِ خودی" کا اُردو میں منظوم اور

معنوی ترجمہ

©

حسین مہدی رضوی

عاصم بہاری پبلیکیشنز
پیرزادہ اسٹریٹ
مراد آباد

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نام کتاب .... اسرارِ اقبال

سنہ اشاعت .... سنہ ۱۹۷۵ء

بارِ اول .... سات سو پچاس جلدیں

مصنف کا نام .... حسین مہدی رضوی

ناشر .... عاصم بہاری پبلیکیشنز

پیرزادہ اسٹریٹ - مراد آباد

مطبع .... ناظم پریس رامپور

تیسرا اڈیشن - سنہ ۷۶ء ———— دو ہزار

قیمت فی جلد .... گیارہ روپے

HUSSAIN MEHDI RIZVI ADVOCATE
LANKRIWALIAN MUGHALPURA 1st,
MORADABAD U.P.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

985;U

اقبال اور عاصم بہاری

آزادیٔ وطن پر قلم اٹھانے والا مورخ مولانا عاصم بہاری کی خدمات کو فراموش نہیں کر سکتا۔ ایک طرف مولانا کی جنگ آزادی میں دی گئی قربانیاں اور دوسری طرف آزاد ہندوستان کی تعمیر میں رنگ بھرنے کی وہ تمام کوششیں ناقابلِ فراموش ہیں جو مولانا نے آل انڈیا مومن کانفرنس کے ذریعہ انجام دیں

مولانا ایک بلند پایہ مقرر اور ادب پرور انسان تھے۔ ادب سے ان کا تعلق ان کے نام "عاصم بہاری" ہی سے ظاہر ہے۔

اقبال کی فکر کے گہرے نقوش مولانا کی اُس تحریک میں ملتے ہیں جس کی انہوں نے ابتدا کی اور جس کے نمایاں مقاصد میں سماجی عدم مساوات اور معاشی استحصال کے خلاف وہ مورچہ بند جنگ شامل تھی جس کی ہوک اقبال کے اس شعر میں ملتی ہے۔

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی — اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو

معاشی استحصال کے خلاف اقبال کے نعرۂ جہاد کو عملی شکل دینے کے لیے مولانا نے عوامی طاقت کو منظم کیا اور اس نعرہ کو سودمند اور ٹھوس شکل دینے کے واسطے گاؤں گاؤں قریہ قریہ سفر کرتے رہے۔ اور جب اقبال فلسفۂ خودی کا درس دیتے دیتے آغوشِ لحد میں چلے گئے تو یہ مردِ مجاہد خودی کے اس درس کو عام کرتا ہوا عوامی جلسوں میں اپنے سحر آفریں انداز کو بروئے کار لانے میں منہمک نظر آیا جس کے نتیجہ میں یہ سحر آفریں انداز ہندوستان کے کروڑوں معاشی استحصال سے کراہتے لوگوں کے لیے باعثِ رحمت بن گیا اور ایک عوامی طاقت ابھر آئی۔ اقبال کے درسِ خودی کی یہ تفسیر وہ دعوت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عمل تھی جو ایک طرف تو ہندوستان کو تقسیم کرنے والی سامراجی اور سرمایہ دارانہ استحصال کی طاقتوں کے خلاف سیسہ پلائی دیوار ثابت ہوئی اور دوسری طرف ملک میں معاشی انقلاب لانے میں کروڑوں افراد کی معاون طاقت بنی ہوئی ہے۔ یہ وہی دھارا ہے جس کی رہنمائی مفکرِ ملت ضیاء الرحمٰن انصاری کر رہے ہیں۔

اقبال کی فکر اور مولانا کی عملی جدوجہد دونوں کی یکسانیت کا تقاضا عاصم بہاری پبلیکیشنز بورڈ کی شکل میں پورا ہونا ایک قدرتی امر تھا جو آج آپ کے سامنے ہے۔

"اسرارِ اقبال" حسین مہدی رضوی صاحب کی وہ کاوش ہے جو اقبال کے پیغامِ خودی کو ہندوستانی عوام کے سامنے اردو میں عام کرنے کا ذریعہ بنے گی اور جسے عاصم بہاری پبلیکیشنز مطلعِ ادب پر لا رہا ہے۔

اس پبلیکیشنز بورڈ کی صدارت قبول کر کے محترم ضیاء الرحمٰن انصاری صاحب ڈپٹی منسٹر حکومت ہند نے اپنی ادب پروری کا ثبوت دیا ہے جس کے لیے ہم ان کے مشکور ہیں۔ انشاء اللہ بورڈ اپنی کوششوں میں برابر منہمک رہے گا اور علامہ اقبال پر اپنی دوسری پیش کش بہت جلد منظرِ عام پر لانے والا ہے۔

عبدالماجد ادیب انصاری
سکریٹری
عاصم بہاری پبلیکیشنز بورڈ مرادآباد

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عاصم بہاری پبلیکیشنز اور "اسرارِ اقبال"

از جناب ضیاء الرحمن انصاری صاحب
نائب وزیر صنعت و رسد و عامہ حکومت ہند
صدر آل انڈیا مومن کانفرنس

مولانا عاصم بہاری مرحوم ایک بلند پایہ مفکر، ایک قوم پرور لیڈر اور مصلح ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ستھرا ذوقِ شعری رکھنے والی ادب نواز شخصیت بھی تھے۔ مولانا کی یاد کو تازہ رکھنے اور ان کے مشن کو عوام تک پہنچانے کے لیے مرادآباد کے چند اہلِ فکر حضرات نے مولانا کے نام پر ایک ادارہ "مولانا عاصم بہاری میموریل سوسائٹی اتر پردیش" کے نام سے حکومت یو۔پی سے رجسٹرڈ کرایا ہے جس کا پہلا قدم تعلیم کا فروغ ہے۔ اس کا ایک ذیلی ادارہ "عاصم بہاری پبلیکیشنز" بھی ہے جس کے مقاصد میں سنجیدہ ادباء و شعراء کی غیر مطبوعہ تصانیف کی اشاعت شامل ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ ادارہ اپنے مقاصد میں نمایاں کامیابی حاصل کریگا۔ جناب محمد ظہیر انصاری اور مسٹر عبدالماجد ادیب انصاری جن کی مساعیِ جمیلہ اس ادارے کے قیام کا ذریعہ بنیں لائقِ مبارک باد ہیں۔

"اسرارِ اقبال" اس ادارے کی پہلی پیش کش ہے۔ یہ علامہ اقبال کی فارسی مثنوی "اسرارِ خودی" کا منظوم ترجمہ ہے۔ اسرارِ خودی کے چھپتے ہی دنیا کو اس کے ترجمے کی ضرورت محسوس ہو گئی تھی اور اکثر زبانوں میں اس کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ترجمے ہو چکے ہیں۔ ہندوستانی زبان میں اس کے ترجمے کی ضرورت کا احساس جناب حسین مہدی رضوی صاحب نے کیا اور اس کمی کو بخوبی پورا کر دیا۔ ان کی اس کوشش سے علامہ اقبال کی فارسی مثنوی اردو کے قالب میں ڈھل کر ہمارے شعور کو دعوتِ فکر و نظر دے رہی ہے۔

علامہ اقبال ہندوستان کی اُن معدودے چند عظیم شخصیتوں میں سے ایک ہیں جو اپنے ہم وطنوں کو خودنگر و خودگر و خودگیر رہنے اور عزتِ نفس کو محفوظ رکھنے کا سبق دیتے ہیں۔ وہ ایسی خودی پیدا کرنا چاہتے ہیں جو کسی ایک منزل پر نہ ٹھہرے اور جس کی یلغار زمان و مکاں کے سارے حدود توڑ کر آگے بڑھ جائے۔ اُن کے نزدیک حقائق کی دنیا خودی کی منزلِ اولیں ہے جس کو نشیمن نہیں سمجھنا چاہیے اور اپنی یلغار جاری رکھنی چاہیے۔

خودی کی یہ ہے منزل اولیں — مسافر یہ تیرا نشیمن نہیں
تری آگ اس خاکداں سے نہیں — جہاں تجھ سے ہے تو جہاں سے نہیں
بڑھے جا یہ کوہِ گراں توڑ کر — طلسمِ زمان و مکاں توڑ کر
جہاں اور بھی ہیں ابھی بے نمود — کہ خالی نہیں ہے ضمیرِ وجود
ہر اک منتظر تیری یلغار کا — تری شوخیِ فکر و کردار کا

وہ ہندوستان کے ذرّے ذرّے سے محبت کرتے تھے۔ ان کے بقول :-

خاور کی اُمیدوں کا یہی خاک ہے مرکز — اقبال کے اشکوں سے یہی خاک ہے سیراب
اس خاک سے اُٹھے ہیں وہ غوّاصِ معانی — جن کے لیے ہر بحرِ پُر آشوب ہے پایاب

لیکن جب ان کی نظر سیاستِ افرنگ اور مغربی طرزِ معاشرت کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہندوستان پہ پڑتی تو ان کا احساس ایک خاص قسم کی چبھن محسوس

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کرتا اور وہ اپنے اہلِ وطن کے تعطل و جمود پر گریہ کرتے تھے۔

جس ساز کے نغموں سے حرارت تھی دلوں میں
محفل کا وہی ساز ہے بیگانۂ مضراب

بت خانے کے دروازے پہ سوتا ہے برہمن
تقدیر کو روتا ہے مسلماں تہہِ محراب

اُن کے لیے یہ صورتِ حال ناقابلِ برداشت تھی چنانچہ وہ جوشِ کردار کے ذریعہ جذب و تسخیر کی صلاحیت پیدا کرنے کی دعوت دیتے ہیں اس لیے کہ جس جماعت میں جذب و تسخیر کی صلاحیت پیدا ہو جائے جو اس کے جوشِ عمل کی آئینہ دار ہوتی ہے تو اس کے غلبہ و تسلط کو دنیا کی کوئی رکاوٹ نہیں روک سکتی۔ وہ اپنے جوشِ کردار اور اعمالِ صالحہ سے اپنی تقدیر کے راز معلوم کر سکتی ہے۔

جوشِ کردار سے کھل جاتے ہیں تقدیر کے راز
ماز ہے راز ہے تقدیرِ جہاں تگ و تاز

کہ رہِ الوند ہوا جس کی حرارت سے گداز
جوشِ کردار سے شمشیرِ سکندر کا طلوع

جوشِ کردار سے بنتی ہے خدا کی آواز
صفِ جنگاہ میں مردانِ خدا کی تکبیر

اسرارِ خودی اُن کی اس قسم کی مثنوی ہے جو دنیا سے خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہے اور جس کے لیے ڈاکٹر ملک راج آنند نے کہا تھا کہ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر (اقبال) آزاد روح اور وسیع نظر رکھنے والے انسانوں کا سچا عاشق ہے نیز کیمبرج یونیورسٹی کے پروفیسر نکلسن نے کہا تھا کہ اقبال کا جدید اور فیض رساں سرود عنقریب الہامی آواز کی حیثیت اختیار کرنے والا ہے مجھے بے حد مسرت ہے کہ عاصم بہاری پبلیکیشنز کے ذریعہ اقبال کی یہ آواز "اسرارِ اقبال" کے لہجے میں بلند ہو رہی ہے۔

(ضیاء الرحمٰن انصاری)

۵ نومبر ۱۹۷۵ء   صدر۔ عاصم بہاری پبلیکیشنز بورڈ، مراد آباد

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

"سر محمد اقبال کی شاعری
آفاقی قدروں کی حامل ہے"
(گرو رابندر ناتھ ٹیگور)

"... بہر نوع اقبال کی تعلیمات کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ
اس نے دُنیا کے غریبوں کو جگانے کے لیے جرس کا کام
دیا اور فیض جیسے جانے کتنے نوجوان اس کے سہارے
انقلاب کی راہِ راست پر آنکلے ....."
(ڈاکٹر محمد اشرف)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

باسمہٖ

پیش لفظ

از : علامہ امتیاز علی صاحب عرشیؔ

—٭-٭-٭—

نوائے سروش اور صریر خامہ کار شتہ غالبؔ جانیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وجدان کی حس بے باک ترنگ نے انھیں یہ کہنے پر مجبور کیا تھا کہ :-

ہنگامۂ زبونیِ ہمت ہے انفعال
حاصل نہ کیجے دہر سے، عبرت ہی کیوں نہ ہو

شاید اُسی نے اقبالؔ سے "اسرارِ خودی" تصنیف کرائی اور ماوراء النہری مغل بچے کے یہاں جو مجموعۂ خیال ابھی فرد فرد تھا وہ اس مستِ مئے حجاز کشمیری برہمن زادے کے ہاتھوں پایۂ تکمیل تک پہنچ گیا — شیخ عبدالقادر نے کہا تھا کہ اگر وہ تناسخ کے قائل ہوتے تو کہتے کہ شاعری کے عشق نے غالبؔ کی روح کو عدم میں چین نہ لینے دیا اور وہ اقبالؔ کی شکل میں پھر یہاں آگئی۔ غالبؔ نہ ہوتے تو اقبال ڈھونڈے سے نہ ملتے۔ اور اقبال نہ ملتے تو غالبؔ ناکمل رہتے۔ کیونکہ بندگی میں اتنے آزادہ و خود بیں ہوں کہ :-

اُلٹے پھر آئے، درِ کعبہ اگر وا نہ ہوا
وہ زندگی میں کیسے نہ جا ہیں گے کہ ...

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

اقبال نے اسرارِ خودی کے پہلے ایڈیشن پر جو دیباچہ تحریر کیا تھا اس میں یہ صراحت تھی کہ خودی اس مفہوم کی حامل اصطلاح نہیں ہے جو خود رائی اور خود ستائی جیسی اصطلاحوں میں پایا جاتا ہے، تو پھر خودی کیا ہے؟ کیوں ضروری ہے؟ اجمالاً اس کا جواب یہ حدیث ہے:۔

مَن عَرَفَ نفسہٗ فقد عرفَ ربّہٗ

(جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا)

اور تفصیل کے لئے اقبال کی دنیائے نظم و نثر میں سے ان کی مثنوی "اسرارِ خودی" کلیدی حیثیت کی مالک ہے۔

اقبال کی اس تصنیف کو دُنیا نے ہاتھوں ہاتھ لیا تھا۔ اور شاید ہی کوئی اہم زبان ایسی ہو جس میں اس کا ترجمہ نہ ہوا ہو۔ ایک عرصے سے اِسکے اُردو ترجمہ کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی جسین مہدی رضوی صاحب نے صرف ترجمے ہی پر اکتفا نہ کی بلکہ اس فارسی نظم کو اُردو مثنوی میں تبدیل کر کے بڑی جرأت کا مظاہرہ کیا ہے۔ مہدی صاحب پر اس جوئے شیر لانے میں کیا بیتی ہوگی اس کو نظر میں رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ وہ اس مہم کے سر کرنے میں بڑی حد تک کامیاب ہوئے ہیں۔

اقبال نے اسرارِ خودی کو فارسی میں لکھنے کی مصلحت یہ بیان کی تھی کہ:۔

گرچہ ہندی در عذوبت شکر است   طرزِ گفتارِ دری شیریں تر است

فکرِ من از جلوہ اش مسحور گشت   خامۂ من شاخِ نخلِ طور گشت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پارسی از رفعتِ اندیشہ ام　　　　در خورد با فطرتِ اندیشہ ام

معلوم ہوتا ہے کہ مہدی صاحب نے اس عزم کے ساتھ کام شروع کیا تھا کہ وہ اسمیں فارسی کی سی حلاوت پیدا نہ بھی کر سکے تو ترجمہ اردو کی شیرینی سے عاری نہ ہو گا۔ کسی زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ نثر کا ہو یا نظم کا وہ سعیٔ نامشکور کہلاتا ہے لیکن آپ مندرجہ ذیل فارسی اشعار کے ساتھ ان کا اُردو ترجمہ پڑھیئے :-

راہِ شب چوں مہرِ عالمتاب زد　　　　لُٹ گئے جب لیلیٔ شب کے گہر
گریۂ من بر رُخِ گُل آب زد　　　　میرے اشکوں سے ہوئے گل خوب تر
اشکِ من از چشمِ نرگس خواب شست　　　　میرے آنسو خوابِ نرگس لے اُڑے
سبزہ از ہنگامہ ام بیدار رست　　　　جاگ اٹھا سبزہ مری فریاد سے

بود نقشِ ہستیم انگارۂ!　　　　میرا نقشِ ہستی اک انگارہ تھا
ناقبولے ناکسے ناکارۂ　　　　ناقبول و ناکس و ناکارہ تھا
عشق سوہاں زد مرا آدم شدم　　　　عشق کی سوہاں سے میں آدم ہُوا
عالمِ کیف و کمِ عالم شدم　　　　عالمِ کیف و کم عالم ہوا!
حرکتِ اعصابِ گردوں دیدہ ام　　　　حرکتِ اعصابِ گردوں دیکھ کر
در رگِ مہ گردشِ خوں دیدہ ام　　　　چاند میں بھی گردشِ خوں دیکھ کر
بہرِ انساں چشمِ من شبہا گریست　　　　راتوں انساں کے لئے رویا کیا
تا دریدم پردۂ اسرارِ زیست　　　　زندگی کا راز آخر پا لیا
از درونِ کارگاہِ ممکنات　　　　کھولا بابِ کارگاہِ ممکنات
بر کشیدم سرِّ تقویمِ حیات　　　　میں نے پایا سرِّ تقویمِ حیات

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خامہ ام از ہمتِ فکرِ بلند
رازِ ایں نُہ پردہ در صحرا فگند
قطرہ تا ہمپایہ دریا شود !
ذرہ از بالیدگی صحرا شود

فکرِ عالی سے قلم ہے تیز گام
رازِ نُہ افلاک کھلتے ہیں تمام
تا کہ قطرہ ہمسرِ دریا بنے !
ارتقا سے ذرّہ بھی صحرا بنے
(تمہید)

پیکرِ ہستی ز آثارِ خودی است
ہر چہ می بینی ز اسرارِ خودی است
خویشتن را چوں خودی بیدار کرد
آشکارا عالمِ پندار کرد
صد جہاں پوشیدہ اندر ذاتِ او
غیرِ او پیداست از اثباتِ او
در جہاں تخمِ خصومت کاشت است
خویشتن را غیرِ خود پنداشت است

پس خودی کا اک اثر ہے یہ شہود
اصل شئے سِرِّ خودی کی ہے نمود
جب خودی نے خود کو چونکایا ذرا
عالمِ پندار ظاہر کر دیا
سو جہاں پنہاں ہیں اسکی ذات میں
اسکی ضد ہے اس کے ہی اثبات میں
اس نے یہ طرزِ جدل ایجاد کی
خود سمجھ بیٹھی ہے خود کو اجنبی
(اصلِ نظامِ عالم از خودی است.....)

ہمت از حق خواہ و با گردوں ستیز
آبروئے ملتِ بیضا مریز

حق کی ہمت پر فلک کو آزما
سر نہ جھکنے پائے تیری قوم کا
(خودی از سوال ضعیف می گردد.....)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

از حقیقت باز بکشایم درے
کرتا ہوں ظاہر حقیقت اک نئی

با تو می گویم حدیثِ دیگرے
اب سناتا ہوں کہانی دوسری

گفت با الماس در معدن زغال
کان میں ہیرے سے بولا کوئلہ

اے امینِ جلوہ ہائے لازوال
تو امیں ہے لازوال انوار کا

ہمدمیم و ہست و بودِ ما یکیست
ہم ہیں ہمدم ایک سی ہے ہست و بود

در جہاں اصلِ وجودِ ما یکیست
ایک ہے دراصل دونوں کا وجود

من بکاں میرم ز دردِ ناکسی !
میں یہاں مرتا ہوں ٹھکرایا ہوا

تو سرِ تاجِ شہنشاہاں رسی
تاجِ شاہی سے ترا رشتہ ہوا

قدرِ من از بدگلی بدتر ز خاک
قدر میں بہتر ہے مجھ سے مشتِ خاک

از جمالِ تو دلِ آئینہ چاک
حسن سے تیرے دلِ آئینہ چاک

روشن از تاریکیِ من مجمر است
نورِ آتش داں ہیں میرے خال و خد

پس کمالِ جوہرم خاکستر است
راکھ تک ہے بس مرے جوہر کی حد

(حکایت الماس و زغال ......)

گفت شیخ ایں زر حقِ سلطانِ ماست
شیخ نے فرمایا درہم بخش دو

آنکہ در پیراہنِ شاہی گداست
جامۂ شاہی میں اس کنگال کو

حکمرانِ مہر و ماہ و انجم است
حکمراں افلاک و بحر و بر کا ہے

شاہِ ما مفلس ترینِ مردم است
پھر بھی یہ مفلس زمانے بھر کا ہے

دیدہ بر خوانِ اجانب دوخت است
خوان پر غیروں کے ہیں نظریں لگی

آتشِ جوعش جہانے سوخت است
بھوک سے اس کی یہ دنیا جل گئی

(مقصدِ حیاتِ مسلم اعلائے کلمۃ اللہ است ......)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

علمِ حق را در قفا انداختی	علم حق تیری نظر سے گر گیا
بہرِ نانے نقدِ دیں در باختی	نقدِ دیں روٹی کی خاطر دے دیا
گرم رو در جستجوئے سرمہٗ	جستجوئے سرمہ میں ہے دربدر
واقف از چشمِ سیاہِ خود نۂ	اپنی آنکھوں کی سیاہی بھول کر
آبِ حیواں از دمِ خنجر طلب	مانگ اب خنجر سے آبِ زندگی
از دہانِ اژدہا کوثر طلب	اژدھے کے منہ سے کوثر کی نمی

(اندر زمیرنجات نقش بند ....)

در گِلِ خود تخمِ ظلمت کاشتی	تخمِ ظلمت اپنے دل میں بو دیا
وقت را مثلِ خطے پنداشتی	وقت کو بھی ایک خط سمجھا کیا
باز با پیمانۂ لیل و نہار	لے کے پھر پیمانۂ لیل و نہار
فکرِ تو پیمود طولِ روزگار	ناپنے بیٹھا ہے طولِ روزگار

(الوقتُ سیفٌ ....)

مجھے یقین ہو کہ آپ بھی مہدی صاحب کے بہت سے اُردو اشعار کو قابلِ داد قرار دیں گے کسی منظوم ترجمے کے بارے میں یہ توقع کرنا کہ وہ سب کا سب اصل متن کا ہم پلّہ ہوگا ترجمے در اصل کے فرق کو نظر انداز کرنے کے مترادف ہے۔ اگر ترجمہ بحیثیت مجموعی اصل کے آس پاس پہنچ جائے تو اُسے ترجمے کی خوبی کہا جائیگا۔ مہدی صاحب کے اردو متن میں یہ خوبی پوری طرح موجود ہے۔

اس منظوم ترجمے کی تمہید میں مہدی صاحب نے جو تحریر فرمایا ہے وہ ترجمے سے کم اہمیت کا نہیں۔ اس تمہید کی مدد سے اقبال کی پوری فکری شاعری کو عموماً اور "اسرارِ خودی" کو سمجھنے میں خصوصاً بڑی مدد ملے گی

خدا کرے مہدی صاحب کی یہ سعی مشکور و مقبول ہو

۱۹ مارچ ۱۹۷۵ء

امتیاز علی عرشی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

معروضات و محسوسات

علامہ اقبالؒ کی نظم و نثر کے بارے میں اتنا لکھا اور کہا گیا ہے کہ اس پس منظر میں "اسرارِ اقبال" کے صحیح مقام کی نشان دہی مشکل ہے۔ یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ صاحبانِ فکر و نظر اس کے ساتھ کیا معاملہ اور اقبال نواز اس سے کیا سلوک کریں گے

علامہ نے اسرارِ خودی کی تمہید میں کہا تھا کہ :-

خردہ بر مینا مگیر اے ہوش مند　　دل بہ ذوقِ خردۂ مینا بہ بند

(نکتہ چینی شکل مینا پر نہ کر　　لطف صہبا سے اٹھا، اے دیدہ ور)

میں بھی اس کے علاوہ کچھ نہیں کہہ سکتا کہ اگر میری کوتاہیوں کو دیکھنے کے باوجود دیدہ وروں کی نظر موضوع سے نہ ہٹی تو فہم و فکر کو اچھی فال مل جائیگی، اس کتاب میں اسرارِ خودی کے تقریباً ایک ہزار اشعار کا معنوی اور منظوم ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے اور مقدمہ کے طور ہر باب پر مختصر سا تبصرہ جو اسرارِ خودی کو سمجھنے میں مدد دے گا۔

حواشی، ذیلی مندرجات کی شکل میں نہیں بلکہ کتاب کے آخر میں پیش کیے گئے ہیں، کہیں کہیں علامہ کے ان مصرعوں کا ترجمہ نہیں کیا گیا جو اگر فارسی اشعار کے مصرعے نہ ہوتے تو اردو ہی کے سمجھے جاتے ، انہیں واوین میں تحریر کیا گیا ہے شاید دو شعر ایسے ہیں جن کا ترجمہ ایک ایک شعر میں نہیں دو دو شعروں میں ہوا ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

انہیں توسین میں لکھا گیا ہے۔

میں علامہ کے تصورِ خودی پر اب تک تین کتابیں مکمل کر سکا ہوں۔ مزید دو کتابیں بھی یعنی "رموزِ اقبال" (تبصروں کے ساتھ رموزِ بے خودی کا منظوم ترجمہ) اور "خودی۔ ایٹم سے اقبال تک" علامہ کے مخصوص طرازِ فکر "خودی" کو اجاگر کرنے کیلئے لکھی گئی ہیں جو انشاء اللہ جلد پیش کرنیکی کوشش کرونگا

معروضات ختم کرنے سے پہلے یہ اظہار کرتا چلوں کہ اس ترجمے کی ضرورت کیا تھی؟ آدمی کو کچھ بھی پہچاننے سے پہلے خود کو پہچاننا چاہیئے۔ یہ کام نہیں کارنامہ ہے جو آسانی سے انجام نہیں پاتا۔ ابنائے آدم نے آج تک اس سے زیادہ بعید از حقیقت بات کوئی اور نہ کہی ہوگی کہ "ہم خود کو پہچان چکے ہیں" معدودے چند کو چھوڑتے ہوئے دراصل ہم سب مرتے دم تک اپنی کارروائی شناخت میں منہمک رہتے ہیں لیکن کہنے سننے کے قابل ہوتے ہی سمجھنے لگتے ہیں کہ خود کو پہچان چکے ہیں۔ یہ خود فریبی نہیں تو کیا ہے؟ اب اگر حقیقت شناس ہونا فریب کھانے سے بہتر ہے تو خود شناس ہونا لازم جو خودی کی حقیقت سمجھے بغیر ممکن نہیں اور اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے اقبال کی ان تصانیف کا مطالعہ ضروری ہے جن کا منشا رہی خودی کی بلند بانگ تکرار اور اسکی ماہیت سمجھنے پر جائز اصرار ہے۔

آج سے دس بارہ برس پہلے میں اس نتیجے پر پہنچ گیا تھا کہ اگر آدمی کو انسان بننا ہے تو اسے علامہ کے تصورِ خودی کو اپنانا ہوگا لیکن اس مشکل کا حل سمجھ میں نہ آتا تھا کہ میرے ہم وطن اس تصور کو کیسے اپنائیں گے جبکہ علامہ نے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خودی کے بارے میں مربوط ڈھنگ سے جو کچھ کہا ہے وہ فارسی یا انگریزی میں ہے۔ چنانچہ میں اسرارِ خودی اور رموزِ بےخودی کے ترجمے کی طرف مائل ہوا اور پھر یہ سلسلہ دراز ہوتا چلا گیا جس کی پہلی کڑی اسلوبِ اقبالؔ کی شکل میں آپ کے سامنے ہے۔

حرفے زداد و دانش و دین است ایں کہ ما

بہرِ نشاطِ خاطرِ دانا نوشتہ ایم

میں اپنے ان سب دوستوں اور رشتہ داروں کا ممنون ہوں جنھوں نے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد کی۔ ان میں میری بہن عارفہ سلطانہ کے نام کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس نے ان حالات میں میری حوصلہ افزائی کی جو میرے حالات سے کہیں زیادہ پریشان کن اور صبر آزما تھے کچھ ایسے کہ اُن میں آدمی کسی کی مزاج پرسی کرنا تو درکنار اپنا نام بھول جائے۔

اس وقت میرے سامنے ایک ایسے دوست کا چہرہ بھی ہے جو اُردو نہیں جانتے تھے لیکن یہ کتاب دیکھنے کے لیے بےچین رہتے تھے۔ اپنے انتقال سے ایک دن پہلے انھوں نے کہا تھا۔

"مہدی صاحب! ہم نہ اُردو جانتے ہیں نہ اقبال کی فلاسفی۔ یہ کتاب ہمارے دوست کی ہوگی ہمیں تو بس اسی کی خوشی ہے۔"

میرے یہ دوست پنڈت کیدارناتھ دَوے ایڈوکیٹ تھے۔ کاش وہ اس کتاب کو دیکھ سکتے۔

حسین مہدی رضوی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نظر نہیں تو مرے حلقۂ سخن میں نہ بیٹھ
کہ نکتہ ہائے خودی ہیں مثالِ تیغِ اصیل

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سوادِ اسرار

شمارِ صفحہ

	مقدمات	مثنوی
اقبال کا تصورِ خودی ۔ وجود کیا ہے فقط جوہرِ خودی کی نمود	۱۷	
قدر آفریں انا اور مؤثر انا	۱۹	
درجاتِ انفرادیت	۲۰	
خدا ۔ خودی اور آدمی	۲۳	
ایغو ۔ آدمی کی خودی (شخصیت)	۲۶	
خودی کے دوست اور دشمن	۳۰	
اسرارِ خودی ...... مقدمات و مثنوی		
پہلا باب ۔ تمہید	۳۲	۹۹
دوسرا باب ۔ اصل نظامِ عالم خودی سے ہے اور تسلسلِ حیاتِ تعینات وجود کا انحصار استحکامِ خودی پہ ہے	۳۶	۱۰۶
تیسرا باب ۔ حیاتِ خودی تخلیق و تولیدِ مقاصد سے ہے	۳۸	۱۰۹
چوتھا باب ۔ خودی عشق و محبت سے مستحکم ہوتی ہے	۴۲	۱۱۱
پانچواں باب ۔ خودی سوال سے ضعیف ہوتی ہے	۴۵	۱۱۵
چھٹا باب ۔ جب خودی عشق و محبت سے مستحکم ہو جاتی ہے تو نظامِ عالم کی تمام ظاہر و پنہاں قوتوں کو مسخر کر لیتی ہے ۔	۴۷	۱۱۶
ساتواں باب ۔ حکایت ۔ اس معنی میں کہ مسئلہ نفیِ خودی مغلوب قوموں کی اختراع ہے جو اس مخفی طریقے سے غالب قوموں کے اخلاق کو کمزور بنا دیتی ہیں	۵۰	۱۱۹
آٹھواں باب ۔ افلاطونِ یونانی جس کے تصورات سے تصوف اور ادبیاتِ اسلامیہ بہت متاثر ہوئے مسلکِ گوسفندی پر عامل تھا اس کے تخیلات سے دور رہنا واجب ہے ۔	۵۴	۱۲۳

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نوافلاطونیت۔	۵۶	
نواں باب۔ حقیقتِ شعر اور اصلاحِ ادبیاتِ اسلامیہ	۶۱	۱۲۵
دسواں باب۔ تربیتِ خودی کے تین مرحلے ہیں۔ پہلے کا نام اطاعت دوسرے کا ضبطِ نفس اور تیسرے مرحلے کا نام نیابتِ الٰہی ہے۔	۶۴	۱۳۱
گیارھواں باب۔ شرحِ اسمائے علیِ مرتضیٰ رض	۷۰	۱۳۷
بارھواں باب۔ حکایت۔ مرو کا ایک نوجوان حضرت سید مخدوم علی ہجویری کی خدمت میں آیا اور دشمنوں کے ظلم کا شکوہ کیا۔	۷۲	۱۴۱
حکایت۔ اس چڑیا کی جو پیاس سے بے تاب تھی۔	۷۵	۱۴۳
ہیرے اور کوئلے کی کہانی	۷۵	۱۴۵
تیرھواں باب۔ حکایتِ شیخ و برہمن اور مکالمۂ گنگا و ہمالہ اس معنی میں کہ روایاتِ مخصوصۂ ملیہ پر گرفت مضبوط رکھنے سے حیاتِ ملیہ کا تسلسل برقرار رہتا ہے۔	۷۶	۱۴۷
چودھواں باب۔ مسلمان کی حیات کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ ہے اور وہ جہاد جسکی محرک ہوسِ ملک گیری ہو مذہبِ اسلام میں حرام ہے	۷۹	۱۵۰
پندرھواں باب۔ میر نجات نقش بند المعروف بہ بابائے صحرائی کی نصیحت جو ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے تحریر کی گئی۔	۸۳	۱۵۳
سولھواں باب۔ الوقت سیف (وقت تلوار ہے)	۸۷	۱۵۸
دعا۔	۹۴	۱۶۳
ایک وضاحت		۱۶۷
حاشیے اور حوالے		۱۶۹

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اقبالؔ کا تصورِ خودی

وجود کیا ہے فقط جوہرِ خودی کی نمود[1]

یہ موجِ نفس کیا ہے تلوار ہے — خودی کیا ہے تلوار کی دھار ہے
خودی کیا ہے رازِ درونِ حیات — خودی کیا ہے بیداریِ کائنات
خودی جلوہ بدمست و خلوت پسند — سمندر ہے اک بوند پانی میں بند
اندھیرے اجالے میں ہے تابناک — من و تو سے پیدا من و تو سے پاک
ازل اس کے پیچھے ابد سامنے — نہ حد اس کے پیچھے نہ حد سامنے
زمانے کے دریا میں بہتی ہوئی — ستم اس کی موجوں کے سہتی ہوئی
تجسس کی راہیں بدلتی ہوئی — دمادم نگاہیں بدلتی ہوئی
سبک اس کے ہاتھوں میں سنگِ گراں — پہاڑ اس کی ضربوں سے ریگِ رواں
سفر اس کا انجام و آغاز ہے — یہی اس کی تقویم کا راز ہے
کرن چاند میں ہے شرر سنگ میں — یہ بے رنگ ہے ڈوب کر رنگ میں
اسے واسطہ کیا کم و بیش سے — نشیب و فراز و پس و پیش سے
ازل سے ہے یہ کشمکش میں اسیر — ہوئی خاکِ آدم میں صورت پذیر

خودی کا نشیمن ترے دل میں ہے
فلک جس طرح آنکھ کے تل میں ہے[2]

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

علامہ اقبال کے تصور کے بموجب "خودی کی لطافت مشاہدے کی گرم نگاہوں کی تاب نہیں لا سکتی"[۱] اس کی حقیقت مضمر ہے۔ وحدت وجدانی یا شعور کا روشن نقطہ کہنے کے علاوہ وہ اسے کہیں شرارِ زندگی اور کہیں نور کا نقطہ[۲] بھی کہتے ہیں۔ اُن کی بتائی ہوئی تعریف کے مطابق "خودی ایک باہوش تخلیقی قوتِ ارادی ہے جو انسان اور کائنات کے دیگر افراد کو اُن کے کارہائے منصبی کی تکمیل کے لیئے ارتقار کی راہ پر لگائے رکھتی ہے"[۳]

اقبال کے بقول زندگی کی حقیقت تفرد ہے۔ عالم بغیر زندگی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ افرادِ کائنات کی تعداد بھی معین نہیں بلکہ ہر روز نئے افراد کا اضافہ ہوتا رہتا ہے[۴]

تخلیق کا سرچشمہ ایک وجودِ بسیط ہے جس میں ادراک اور ارادے کی معروف اور محکم قوتیں موجود ہیں۔ اُن کے نفاذ کے لیئے وجود "خود" اور "غیر خود" میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ "غیر خود" کو "خود" کا آئینہ سمجھنا چاہیئے جس میں "خود" اپنا نظارہ کرتا ہے اور یہی "غیر خود" وہ نصب العین بھی ہے جو خودی کی کارفرمائی کے لیئے اس کے سامنے رہتا ہے...... اس کارفرمائی کے لیئے سامنے رہتا ہے جو "خود" کو ارتقا کی طرف بڑھاتی ہے[۵]

تخلیق کا یہ سرچشمہ، یہ وجودِ بسیط ہی "خودی" ہے۔ یعنی وہ ایک باہوش تخلیقی قوتِ ارادی جو کائنات انگیز ہونے کے ساتھ ساتھ کائنات کے ہر فرد کی ہادی بھی ہے اور ناظم و نگراں بھی، اور یہی کائنات کے ذرے ذرے میں کارفرما ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کارفرمائی کے اعتبار سے خودی کو انائیت کہا جا سکتا ہے جس کا ظہور دیگر افرادِ کائنات کی نسبت آدمی میں زیادہ نمایاں ہے۔

قدر آفریں انا اور مؤثر انا

اقبال کے بقول انائیت کے دو انداز ہیں۔ ایک قدر آفریں اور دوسرا مؤثر۔ مؤثر انداز وہ ہے جس کے باعث خودی، خارجی عالم سے ربط پیدا کرتی ہے۔ اس انداز کی حیثیت مکانی ہے یعنی ہماری رواں دواں شعوری کیفیات پر عالم مکانی کے نقوش ثبت ہو جاتے ہیں۔ ان واردات میں خودی اپنی عضوی وحدت برقرار رکھتے ہوئے مختلف احوال کے ذریعے اپنا اظہار کرتی ہے۔ زمانی رُخ پر انائیت کے اس عمل کا تعلق اس وقت سے ہے جس میں طوالت اور اختصار کا احساس موجود رہتا ہے۔ یہ زماں یا وقت ایک قسم کا خطِ مستقیم ہوتا ہے جسے مختلف ملے ہوئے مکانی نقطوں پر مشتمل سمجھنا چاہئے، لیکن اگر ہم شعوری تجربے کا اور گہرا جائزہ لیں تو ہمیں انائے قدر آفریں کا پتا ملتا ہے۔

انائے قدر آفریں کی نوعیت کیفی ہے۔ اس میں جو تغیر و حرکت پائی جاتی ہے وہ غیر منقسم ہوتی ہے اور اس میں زمانی تواتر بھی نہیں ہوتا۔ اس کا زمان دراصل ایک آنِ واحد ہے جس کو انائے مؤثر خارجی عالم سے واسطہ رکھنے کے باعث مسلسل منفرد آنات میں پیش کرتی ہے۔ جیسے ایک دھاگے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں موتی پروئے ہوئے ہوں۔

اناۓ قدر آفریں کی نوعیت کیفی اور داخلی ہونے کے باعث اس کی وحدت کو اس بیج کے مانند تصوّر کیا جا سکتا ہے جس میں اس کی گزشتہ پشتوں کے وہ تجربے پوشیدہ ہوں جو اپنی گوناگونی کے باوجود ایک وحدت سے عبارت ہوتے ہیں اور ہر تجربہ کُل میں اس طرح سرائت کئے ہوتا ہے کہ اس کو الگ نہیں کیا جا سکتا۔

درجاتِ انفرادیت

اس تصوّر کو اپنا لینے کے بعد کہ "ہر شے انفرادیت کی حامل ہے" یہ مرحلۂ فکر سامنے آتا ہے کہ یہ بہمہ صحتِ اظہار "فرد" کسے کہا جائے۔ برگساں نے اپنے نظریہ "ارتقائے ظہوری" میں بتایا ہے کہ انفرادیت دراصل درجات کا معاملہ ہے، کیوں کہ اس کی مکمل شناخت تو وجودِ انسانی جیسے "واحدۂ سربستہ" میں بھی نہیں ہو سکتی۔ اس فلسفی کے بقول انفرادیت کے بارے میں بس یہ کہا جا سکتا ہے کہ عضوی طور پر منتظم کائنات میں منفرد رہنے کی صلاحیت ہر جگہ پائی جاتی ہے جس کی دائمی حریف "بازآفرینی" ہے اور بازآفرینی کیا ہے؟ پرانے جزو سے کسی نئے جزو کی تعمیر، مگر انفرادیت کی تکمیلیت کے لئے تو ضروری ہے کہ وجود کا کوئی ٹکڑا تنہا علحدہ الگ زندہ نہ رہ سکے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

985 985

اس مقام پر یہ کہے بغیر چارہ نہیں کہ انفرادیت اپنے دشمن یعنی بازآفرینی کو اپنی ہی گود میں پروان چڑھاتی ہے [۱]

اب چونکہ خودی کا کردار ہی یہ ہے کہ وہ اپنے مرکز سے بڑھ کر بیرونی رخ پر پھیلاؤ اختیار کرے یا دوسرے الفاظ میں یوں کہا جائے کہ "حیاتِ انائیت" قدر آفرینی سے موثریت کی طرف حرکت سے عبارت ہے [۲] لہٰذا خودی جیسے جیسے اپنے مرکز سے دور ہٹتی جاتی ہے، بے شمار درجاتِ انفرادیت بہ ہمہ متعلقات عمومی خصوصی رونما ہوتے چلے جاتے ہیں [۳]۔ بہ این ہمہ خودی کی مربوط کلیت ختم نہیں ہوتی۔ اسے سمجھنے کیلئے یہ جان لینا ضروری ہے کہ اگر ہم تخلیق کی حرکت کو باہر سے دیکھیں یا اس کا ذہنی تجزیہ کرنا چاہیں تو ہزار ہا سال درکار ہوں گے، جن میں بے شمار درجاتِ انفرادیت سامنے آئیں گے، لیکن اسی عملِ تخلیق کو جب ایک "امر" کے بطور سمجھا جائے گا تو یہ ایک غیر منقسم عمل معلوم ہوگا۔ جو اس قدر تیزی سے انجام پاتا ہے جیسے پلک کا جھپکنا۔ مثال کے طور پر یوں سمجھا جائے کہ طبعیات کے رو سے ہم جانتے ہیں کہ ہمیں سرخ رنگ کا احساس اس کی حرکتِ موجی کی تیزی [۴] کے باعث ہوتا ہے جس کا تعداد ایک سیکنڈ میں چار سو کھرب ہے۔ بیرونی طور پر اگر ہم اس کا شمار کرتے ملیں اور دو ہزار فی سیکنڈ یعنی ادراکِ نور کی حد کے مطابق گنتا جاری رکھیں تو یہ شمار چھ ہزار برس سے بھی زیادہ میں ختم ہوگا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہمیں سرخ رنگ کا احساس آنِ واحد میں ہو جاتا ہے اور بیشمار ارتعاشات [۵] ایک ساتھ ایک آن کی گرفت میں آ جاتے ہیں۔ بس یہی وہ انداز ہے جس سے ذہن، زمان متواتر کو دوران [۶] میں تبدیل کر دیتا ہے اور یوں انائے قدر آفریں، انائے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مؤثر کی کوتاہیوں کو دور کرتے ہوئے زمان و مکان کے تغیرات کو شخصیت کی مربوط کلیت میں تبدیل کر دیتی ہے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ اپنے مرکز میں خودی کا درجہ ایک قدر آفریں اور معیّن وجود کے طور پر جس کے منفرد ہونے کا احساس ہمیں کائنات میں نیچر کے توسط سے اور اپنے شعور میں ذہن کے ذریعہ ہوتا ہے۔ برگساں کے بقول "جب میں اپنے شعوری مشاہدے پر نظر ڈالتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ میں ایک حالت سے گزر کر دوسری میں پہنچا رہتا ہوں۔ میں ٹھنڈا ہوتا ہوں یا گرم، خوش ہوتا ہوں یا افسردہ۔ کام کرتا ہوتا ہوں یا بے کار۔ ارد گرد کے نظارے میں منہمک ہوتا ہوں یا کسی خیال میں محو۔ احساسات، جذبات، ارادے، خیالات کچھ ایسے تغیرات ہیں جن میں میرا وجود بٹا ہوتا ہے اور جو میرے وجود کو یکے بعد دیگرے رنگتے رہتے ہیں۔ میں بدلتا رہتا ہوں، لیکن مٹتا نہیں۔ میری داخلی زندگی میں اگرچہ ساکن کچھ بھی نہیں بس ایک دائمی بہاؤ ہے۔ ایک مستقل روانی یا احوال کا جاریہ تغیرات ہے، لیکن میں اس عالم میں تقسیم نہیں ہوتا۔ میرا کوئی جزو مجھ سے ٹوٹ کر الگ زندہ نہیں رہتا کہ میری متکلمیت کا نقص بنے بلکہ مجھ میں ہی موجود رہتا ہے۔" بالکل اسی طرح جیسے ایٹم کے قلب میں کوئی شے کبھی نہیں ٹوٹتی، کبھی تقسیم نہیں ہوتی صرف بدلتی ہے اور کچھ ایسے کہ ابھی بدلی اور ابھی پھر وہی کی وہی ہو گئی۔ گویا پلک کی جھپک کہ ابھی آنکھ نابینا تھی اور ابھی بینا ہو گئی بلکہ اس حقیقت کے بلیغ اظہار کے لئے خداوند دو عالم کا یہ قول دوہرانا ہی بہتر ہے

اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ○ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ○ [۳]

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(یقیناً ہم نے ہر شے ایک قدر کے مطابق خلق کی اور ہمارا امر بس ایک ہے۔ جیسے پلک کا جھپکنا۔)

خدا، خودی اور آدمی

خدا بھی فرد ہے اور یکتا ہے[۱] اس فردِ یکتا کی خودی، اساسی اور قائم بالذات ہے[۲] قرآن مجید اس کے تشخص کو ذہن نشین کرانے کے لئے اسے اللہ کہہ کر پکارتا ہے اور اس کی تعریف اس طرح بیان کرتا ہے:۔

کہہ! وہ اللہ ایک ہے۔
اللہ بے نیاز ہے
اس سے کسی کی ولادت نہیں ہوئی۔
نہ اس نے کسی سے ولادت پائی
اور کوئی اس جیسا نہیں ہے[۳]

اس بے مثل ذات کی خودی اور کائنات کی خودی میں کوئی مشابہت نہیں ہے کیوں کہ:۔

خداوند تعالےٰ ہمیشہ سے موجود ہے، مگر حادث و نوپید نہیں۔ وہ ہر شئے کے ساتھ ہے، لیکن بطور ہمسر نہیں۔ وہ ہر چیز سے الگ ہے، لیکن اس سے کنارہ کش نہیں۔ وہ ہر چیز کا فاعل ہے، لیکن اس کا فعل حرکات و آلات کا نتیجہ نہیں۔ وہ بصیر ہے جب اس کی مخلوق نہ تھی۔ وہ منفرد ہے کیوں کہ اس کا کوئی ساتھی ایسا نہیں جس سے وہ اپنا جی بہلائے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور جس کے نہ ہونے سے اُسے اُلجھن ہو۔ اُس نے دنیا کو پیدا کیا اور پہلے پہل بنایا بغیر اس کے کہ فکر کو کام میں لاتا یا تجربے سے فائدہ اُٹھاتا۔ نہ اپنے نفس میں حرکت پیدا کی اور نہ پہلے سے کوئی اہتمام کیا جس کے لئے بے چین ہوا ہو۔ وہ چیزوں کو ٹھیک وقت پر عدم و نیستی سے وجود کی طرف لایا اور گوناگوں چیزوں میں موافقت پیدا کی۔ ہر چیز کو اس کی طبیعت اور مزاج عطا کیا اور اُن طبائع کے لئے شکل و صورت معیّن کی لہ

لاریب وہ یکتائی کے اعتبار سے "احد" ہے کیوں کہ اس کی ذات کو صفات سے بھی نہیں ملایا جا سکتا ہے اور درجاتِ انفرادیت کے اعتبار سے "اعلیٰ" ہے کیوں کہ اس کے مرتبے سے بلند مرتبہ کسی کا نہیں۔ خدا کی خودی اور کائنات کی خودی میں کوئی مشابہت نہیں کیوں کہ انائے قدر آفریں کے مزاج میں تغیّر و تبدّل کے کرشمے نظر آتے ہیں، لیکن خدا متغیّر نہیں ہوتا ہے اور انائے موثّر کی خصوصیت تفریق و تقسیم ہے جس کے باعث بے شمار درجاتِ انفرادیت ظہور پذیر ہوتے ہیں، لیکن خدا کی ذات اس سے ماورا ہے۔ نیز انائے مؤثر اور انائے قدر آفریں جو علی الترتیب زمانِ متواتر اور زمانِ خالص یا دوراں سے علاقہ رکھتی ہیں، دونوں کا مزاج سیمابی ہے اور ان میں اضطراب پایا جاتا ہے (کیوں کہ برگساں کے بقول زمانِ خالص بذاتِ خود ایک مسلسل جاریۂ تغیّرات ہے) لیکن اللہ کبھی مضطرب اور بے چین نہیں ہوتا۔ لہٰذا وہ نہ زمانِ متواتر کہا جا سکتا ہے نہ زمانِ خالص بلکہ حقیقت یہ ہے کہ زمانہ خود اسی کے امر سے نمودار ہوا ہے ۵ کچھ اس طرح کہ اس میں ایک تخلیق پرور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یا ہوش قوتِ ارادی موجود تھی یعنی وہ قوّتِ ناظمہ جو زمانِ خالص کو ایک مسلسل جاریہ تغیرات ہونے کے باوجود پراگندگی سے بچاتی رہی۔ وہ ایک انائے قدر آفریں تھی جو اپنے مرکز یعنی قلیب زمانِ خالص سے بڑھ کر جب باہر پھیلنے لگی تو زمانِ متواتر کے ہم دوش انائے مؤثّر کے بیشمار کرشمے نظر آنے لگے۔ کائنات انگیزی کی ابتدا ہو گئی اور اپنے اپنے ظرف کے مطابق، بے شمار افراد اس قوّت کے قدر آفریں اور موثّر انداز لیئے ظہور پذیر ہونے لگے جنہیں یہ کائنات انگیز قوّتِ ناظمہ "خودی" اپنے اپنے کارہائے منفیسی کی تکمیل کے لیئے اس طرح راہِ ارتقا پر لگائے رکھتی ہے کہ :۔

دمادم رواں ہے یم زندگی ہر اک شے سے پیدا رمِ زندگی
اسی سے ہوئی ہے بدن کی نمود کہ شعلے میں پوشیدہ ہے موجِ دود
یہ ثابت بھی ہے اور سیّار بھی عناصر کے پھندوں سے بیزار بھی
یہ وحدت ہے کثرت میں ہر دم اسیر مگر ہے کہیں بے چگوں بے نظیر

اور اسی کے باعث :۔

فریبِ نظر ہے سکون و ثبات تڑپتا ہے ہر ذرّہ کائنات
ٹھہرتا نہیں کاروانِ وجود کہ ہر لحظہ ہے تازہ شانِ وجود [۱]

لیکن حقیقت یہی ہے کہ :۔

خودی را از وجودِ حق وجودے خودی را از نمودِ حق نمودے [۲]

جہاں تک آدمی کی حیثیت کا تعلق ہے جانداروں میں یہی وہ جاندار ہے جو انفرادیت کے بہت ہی اونچے درجے پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی حیثیت اور حقیقت کا بھرپور شعوری احساس بھی رکھتا ہے [۳] مادی اور روحانی اعتبار

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے بہ ایک خود گیبر درگزرہ ہے، لیکن ابھی تک مکمّل فرد نہیں بن سکا۔ یہ کسی حد تک آزاد ہے اور کسی حد تک پابند۔ اسے مکمّل آزادی تبھی حاصل ہو سکتی ہے جب یہ آزاد ترین فرد (یعنی) اللہ کا قرب حاصل کرلے۔ اللہ اور آدمی میں جتنا فاصلہ ہوگا آدمی اتنا ہی نامکمّل فرد ہوگا۔^ا لیکن اللہ کے قرب سے مراد وا صل بحق ہوتا یا اللہ میں جذب ہو جانا نہیں ہے۔ کیوں کہ آدمی کا معاملہ تو یہ ہے کہ انائے محدود یعنی آدمی حشر کے روز بھی اپنی انفرادیت کے امتیاز کے ساتھ ہی انائے لامحدود یعنی اللہ کے سامنے اپنے اعمالِ گزشتہ کے نتائج کا مشاہدہ کرے گا۔^۲

الیغو

آدمی کی خودی یا شخصیت

ہر چیز ہے محوِ خود نمائی — ہر ذرہ شہیدِ کبریائی
بے ذوقِ نمود زندگی موت — تعمیرِ خودی میں ہے خدائی
رائی زورِ خودی سے پربت — پربت ضعفِ خودی سے رائی
اک تو ہے کہ حق ہے اس جہاں میں — باقی ہے نمودِ سیمیائی^۳

فرد کی اعلیٰ ترین صورت جو اس وقت تک معلوم ہو سکی ہے ایغو ہے^۴ جس کی فطرت یہ ہے کہ وہ دوسرے الیغو سے دو بدو ہونے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے یا وہ خود اپنی ذات ہی کو اپنا مرکز بنائے رہتا ہے اور اپنے لئے انفرادیت کا وہ ذاتی حصار قائم رکھتا ہے جس کے باعث دوسرے تمام انغو اُس سے دُور ہٹے رہیں۔[۱] دراصل انغو کی زندگی ایک قسم کی حالت کشیدگی[۲] کا نام ہے جو انغو اور اس کے گرد و پیش کی معرکہ آرائی سے پیدا ہوتی ہے۔[۳] اس کشیدگی سے امتیاز اور امتیاز سے انفرادیت کا خاکہ اُبھرتا ہے۔

غور سے دیکھا جائے تو کسی بھی جان دار کی حقیقت اور حیثیت کے اندازے کا معیار وہ درجہ ہے جس کی امتیازی انانیت کا احساس اس جان دار کو ہو۔ اقبال کے تصور کے بموجب صرف وہی حقیقۃً موجود ہے جو "مَن اَنَم (میں ہوں)" کا اظہار کر سکتا ہے لہٰذا ہیجانہ وجود کسی کا مرتبہ اس میں "مَن اَنیت"[۴] کے وجدانی احساس ہی کے باعث مقرر ہو سکتا ہے یہی انفرادیت کے اندازے کا معیار ہے۔

آدمی میں انفرادیت گہری ہو کر شخصیت بن جاتی ہے۔[۵] کیونکہ شخصیت آخر ہے کیا؟ ایک علیحدگیت (امتیازیت)، قوتِ ارادی اور کردار کی ایک مخصوص حالت کا نام ہی تو شخصیت ہے[۶] جو آدمی نے حیات سے معاملہ آرائی کے دوران حاصل کی ہے۔

حیات بذاتِ خود آگے بڑھتی ہوئی اس حرکت کا نام ہے جو بہت کچھ جذب کر سکتی ہے اور اپنے سفر کے دوران راستے کی تمام رکاوٹوں کو چاٹ جاتی ہے۔ یہ سفر کے مختلف مرحلوں پہ مسلسل نت نئی آرزوئیں اور معیار پیدا کرتی رہتی ہے[۷] جن کی وجہ سے ایک مستقل کشیدگی کی سی کیفیت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ظہور پذیر ہو جاتی ہے۔ ایک تناؤ سا پیدا ہو جاتا ہے۔ آدمی کے باب میں شخصیت اسی حالت کا نام ہے جو اسی وقت تک برقرار رہتی ہے جب تک یہ کشیدگی یا تناؤ باقی رہے۔ اس حالت کے ختم ہوتے ہی آسودگی لاحق ہو جاتی ہے۔ اب چوں کہ شخصیت یا حالتِ کشیدگی آدمی کی سب سے گراں قدر یافت ہے لہٰذا اسے حالتِ آسودگی کی طرف نہیں جانا چاہیئے، کیوں کہ حقیقت یہ ہے کہ ہمیں میں کشیدگی برقرار رکھنے کا میلان پایا جاتا ہے بس وہی ہمیں باقی رکھنے پر مائل ہے[۱]

قرآن مجید کے اشارات کے بموجب آدمی آزاد شخصیت کا امین ہے اور اس نے یہ امانت جملہ مصیبتوں کے اندازے اور احساس کے باوجود قبول کی ہے[۲] چنانچہ آدمی کے لئے دائمی اجر البعد کے بطور اس کی بے مثالیت، خودگیری کے بتدریج ارتقا اور فعالیت کی شدت پر مشتمل ہے۔

اقبال کے نقطۂ نظر کے بموجب فرد کو چاہیئے کہ وہ دنیا کی تمام مادی قوتوں اور ان کے مظاہرات نیز تمام کلچرل محاصلات اور روحانی فتوحات کو ساتھ لیتے ہوئے انا کا مکمل اثبات اور اس کی بھرپور نشو و نما کرے اور یہ حقیقت کبھی سامنے رکھے کہ انا جو ہمیشہ ترقی پانے کی طرف مائل رہتی ہے، ابھی تک نا آزمودہ قوتوں اور ماورائے قیاس امکانات کا ذخیرہ رکھتی ہے۔ چنانچہ اس کی نشو و نما کے لئے ضروری ہے کہ فرد اپنے آپ کو ہر قسم کے تعمیری اور مبارز طلب تجربات کے لئے پیش کرے۔ اگر وہ جد و جہد سے گریز کریگا تو اس کی انفرادیت افسردہ و مضمحل ہو جائے گی اور اس کی قوتیں بروئے کار نہ آسکیں گی[۳]

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کیوں کہ انفرادیت کی نشو و نما ایک ایسا تخلیقی فعل ہے جس میں آدمی کو عملی طور پر حصّہ لینا چاہیئے۔ یعنی اُسے کسی مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہمیشہ فعال رہ کر اپنے گرد و پیش پر قابو پانا چاہیئے۔ یہ وہ صورت نہیں ہے جس کے رُو سے فرد انفعالی کردار کے ساتھ مجہول طور پر اپنے آپ کو جامد ماحول کے مطابق ڈھالتا چلا جاتا ہے ۵۱

کرۂ ارض پر آدمی کا ایغو ایک معیّن دو رُخے منصوبے کا حامل ہے۔ ایک طرف تو یہ اپنے ماحول سے معرکہ آرا ہو کر اُسے مسخّر کرتا ہے اور اس تسخیر کے ذریعہ آزادیاں حاصل کرتا ہوا آزاد ترین فرد یعنی اللہ کے قریب ہو جاتا ہے اور دوسری طرف اسے کشیدگی کی حالت بھی برقرار رکھنی ہوتی ہے جس کے باعث وہ حصولِ بقا کا اہل قرار پاتا ہے۔ حصولِ آزادی و بقا کے باعث ایغو ایک طرف تو تسخیرِ مکاں کرتا ہے اور دوسری طرف تسخیرِ زماں۔

ایغو کے اس دو رُخے منصوبے کا ایک اور پہلو بھی ہے اور وہ یہ کہ ایغو کو انسانیت کے سفرِ صعودی میں اس حد تک معاونت کرنا چاہیئے کہ بلند ترین انسان، فوق البشر یا مردِ کامل ظاہر ہو جائے، وہ جو حیات کی تمناؤں کا معیار ہے۔

اس اعتبار سے اقبال کے تصورِ خودی کو آدمی کے سہ رُخے ارتقاء پر مکمل یقین کا نتیجہ کہا جا سکتا ہے ۵۲

لیکن یہ ارتقاء کیسے ممکن ہے؟

جواب ہے "شخصیت کو مستحکم کرنے سے"، آدمی کو بس وہی اختیار کرنا چاہیئے جو شخصیت کو مضبوط بنا سکتا ہے اور وہ سب کچھ نظر انداز کر دینا چاہیئے جس سے شخصیت کمزور ہوتی ہے۔ اقبال کے خیال کے بموجب شخصیت کا تصوّر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قدروں کا ایک معیار پیش کرتا ہے اور مسئلۂ خیر و شر کو اس طرح حل کر دیتا ہے کہ بس وہ جو شخصیت کو مستحکم کرے خیر ہے اور باقی شر، لہٰذا یہ کہنا بے جا نہیں کہ شخصیت کا محلِ قرار ہی وہ کسوٹی ہے جس پہ آرٹ، مذہب اور اخلاقیات کی جانچ ہونی چاہیئے۔[1]

شخصیت کے دوست اور دشمن

اقبال کے بقول، حسبِ ذیل محرّکات جو آدمی کو خودنگر و خودگر و خودگیر بناتے ہیں اس کی شخصیت کے دوست ہیں۔

(۱) عشق (۲) فقر (مادی انعامات سے بے نیازی اور خود کو اُن سے برتر سمجھنا) (۳) صبر (۴) شجاعت (۵) کسبِ حلال (جائز کمائی) اور (۶) حقیقی اور تخلیقی فعالیت میں حصہ لینا۔[2]

نیز وہ محرکات جو شخصیت کی کمزوری کا سبب بنتے ہیں، اس کے دشمن ہیں اور مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) خوف (۲) سوال (۳) غلامی (۴) نسب پرستی۔[3]

شخصیت کو مضبوط بنانے والے محرّکات سے تعاون اور اسے کمزور کرنے والے محرکات سے اجتناب کے باعث الیغو قوی سے قوی تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ لیکن اس ارتقائی عمل کے دوران اُسے جو مرحلے طے کرنے چاہئیں، وہ حسبِ ذیل ہیں۔

(۱) مرحلۂ اطاعتِ آئینِ الٰہی (۲) مرحلۂ ضبطِ نفس اور (۳) مرحلۂ نیابتِ الٰہی۔[4]

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور اس کے ساتھ ساتھ یہ حقیقت بھی سامنے رہنی چاہیے کہ خودی کا مکمل شعور اور اُس سے بخوبی فیض یاب ہوتا اُس وقت تک ممکن نہیں، جب تک زمان و مکاں کی حقیقت نہ سمجھ لی جائے کیوں کہ جہاں مطمحِ نظر یہ ہو کہ لامحدود کو محدود کے اندر سمو لیا جائے وہاں زمان و مکان کا سوال زندگی اور موت کا سوال ہے[۱] لہٰذا ہر فرد کو روحِ عصر کے اشارے سمجھ کر اور شخصیت کے دوست دشمن پہچانتے ہوئے اپنی خودی کو مستحکم کرنا چاہیئے تاکہ وہ حضور نبی کریم ؐ کے قول :-

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ (جس نے اپنے نفس کو پہچانا اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا[۲]) کے معیار پر پورا اُتر کر حقیقتوں سے معاملہ برآری کے لائق ہو سکے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اسرارِ خودی ــ مقدمات

پہلا باب

تمہید

نیست در خشک و ترِ بیشہ من کوتاہی
چوب ہر نخل کہ منبر نشود دار کنم

نظیری نیشا پوری کا یہ شعر سرنامہ "اسرارِ خودی" ہے۔ نظیری کے بَن میں کوتاہی کا نام و نشاں نہیں۔ اگر وہ کسی درخت کی لکڑی سے منبر نہیں بنا پاتا تو صلیب تراش لیتا ہے۔ یہ دو مصرعے آدمی کی ہمہ گیر صلاحیتوں کی تصویر ہیں اور اس اعتبار سے انہیں اسرارِ خودی کا پیش لفظ ہونا ہی چاہیئے تھا۔

اقبالؔ کی نظم و نثر خودی کے زور پر آدمی کے با اختیار ہونے کا عہد نامہ ہے، اُن کی نظر میں جنّت سے نکالا ہوا انسان وہ راندۂ درگاہ نہیں جس کا نصیب کرۂ ارض پر مجہول اور منفعل زندگی گزارنا ہو، اسی لئے اُن کی چشمِ تصوّر روحِ ارضی کو آدم کا استقبال کرتے ہوئے یوں ترانہ بہ لب دیکھتی ہے :-

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کھول آنکھ زمیں دیکھ فلک دیکھ فضا دیکھ
مشرق سے اُبھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ
اس جلوۂ بے پردہ کو پردوں میں چھپا دیکھ
ایامِ جدائی کے ستم دیکھ جفا دیکھ
بے تاب نہ ہو معرکۂ بیم و رجا دیکھ

ہیں تیرے تصرف میں یہ بادل یہ گھٹائیں
یہ گنبدِ افلاک یہ خاموش فضائیں
یہ کوہ یہ صحرا یہ سمندر یہ ہوائیں
تھیں پیشِ نظر کل تو فرشتوں کی ادائیں
آئینۂ ایام میں آج اپنی ادا دیکھ

سمجھے گا زمانہ تری آنکھوں کے اشارے
دیکھیں گے تجھے دور سے گردوں کے ستارے
ناپید ترے بحرِ تخیل کے کنارے
پہنچیں گے فلک تک تری آہوں کے شرارے
تعمیرِ خودی کر اثرِ آہِ رسا دیکھ

خورشیدِ جہاں تاب کی ضو تیرے شرر میں
آباد ہے اک تازہ جہاں تیرے ہنر میں
جچتے نہیں بخشے ہوئے فردوس نظر میں
جنت تری پنہاں ہے ترے خونِ جگر میں
اے پیکرِ گِل کوششِ پیہم کی جزا دیکھ

نالندہ ترے عود کا ہر تار ازل سے
تو جنسِ محبت کا خریدار ازل سے
تو پیرِ صنم خانۂ اسرار ازل سے
محنت کش و خوں ریز و کم آزار ازل سے
ہے راکبِ تقدیرِ جہاں تیری رضا دیکھ

اقبال یہ نظارہ کرتے ہوئے اس احساس سے عاری نہیں ہیں کہ یہ گنبدِ افلاک یہ کوہ، یہ صحرا یہ سمندر اور یہ ہوائیں، کرۂ ارض پر نو وارد اس پیکرِ آب و گِل کے راستے میں ہمیشہ مزاحمت بالائے مزاحمت پیش کرتے رہیں گے۔ اس کے باوجود انہیں یقین ہے کہ غیر خودبیں کائنات کی طرف سے آدمی کی راہ میں لائی ہوئی ہر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رکاوٹ اس کی قوتِ تسخیر کے لئے ضروری ہی نہیں مبارک ثابت ہوگی ۔ کیوں کہ یہی کبھی اس کی صلاحیتوں کے لئے صیقل بنے گی اور کبھی اس کی توانائیوں کے لئے مہمیز اور انہیں رکاوٹوں کے باعث "ممکناتِ قوّتِ مردانِ کار" واقعات میں تبدیل ہو سکیں گے۔[1] انہوں نے سوچا اور صحیح سوچا کہ آدمی کے ہاتھوں چراغ کی صورت گری کے لئے رات کا[2] اندھیرا محرّک بن کر رہے گا۔

آدمی کی اسی صلاحیت اور خلاقیت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے وہ آدم کی رضا کو راکبِ تقدیرِ جہاں کے خطاب کا مستحق سمجھتے ہیں، لیکن ساتھ ہی ساتھ اس درد کا کیا کریں اور اس غم سے کس طرح نجات پائیں جس کے باعث غالب تڑپ کر کہہ اٹھے تھے کہ :۔

ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند
گستاخیٔ فرشتہ ہماری جناب میں

اقبال بھی آدمی کی اس بیکسی اور بدحالی سے نگاہیں نہیں بچا سکے۔ انہوں نے اسے بڑی شدت سے محسوس کیا اور احساس کی تیز آنچ سے آتش بہ جاں ہو گئے۔ سوزِ دروں نے فغانِ نیم شبی کے سہارے بے چینی کا علاج کرنا چاہا، لیکن داغ سلگتے رہے، کرب بڑھتا گیا۔ آخر ایک رات پیرِ رومی[3] کی زیارت نصیب ہوئی۔ پیرِ حق سرشت نے جو کہا مریدِ ہندی کے لئے بہشتِ گوش ہوا۔ اسرار سے پردہ ہٹا اور خودی کی حقیقت ظاہر ہو گئی۔ یہ باب انہی وارداتِ خیال کا عکّاس ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اقبالؔ نے اپنے فکر و شعور کی پرورش اور تربیت کے لئے مولانا جلال الدین رومیؒ سے جو فیض حاصل کیا ہے وہ اربابِ نظر سے پوشیدہ نہیں۔ اپنے اسفارِ خیالی میں وہ پیرِ رومی کے ساتھ کئی نازک مرحلے طے کرتے نظر آتے ہیں۔ اور ادا شناسِ مفاہیم قرآنی، مولانا روم سے اپنے سوالوں کے جواب پا کر مطمئن ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ اُن کا فلسفہ سعی و عمل مولانا کے قول "کوشش بے ہودہ بہ از خفتگی" ہی کی صدائے بازگشت ہے۔ اس کے علاوہ مولانا کے جن تصوّرات نے اقبالؔ کے فکر و نظر کی پرورش کی ہے وہ حسبِ ذیل موضوعات سے متعلق ہیں۔

۱۔ کامل یا معیاری انسان

۲۔ عشق

۳۔ حصولِ بقا

۴۔ انائے محدود (آدمی) کا انائے لامحدود (اللہ) سے تعلق

اس باب کے آخر میں مثنوی کو اردو کے بجائے فارسی میں لکھنے کی مصلحت بتائی گئی ہے اور قاری سے یہ بھی کہہ دیا گیا ہے کہ اسے کلام کی ظاہری خوبیوں پہ نظر کرنے کے بجائے مفاہیم کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دوسرا باب

اصل نظامِ عالم خودی سے ہے اور تسلسلِ حیاتِ تعیّناتِ وجود کا انحصار استحکامِ خودی پر ہے

اقبال کے تصوّر کے بموجب خودی ایک باہوش تخلیقی قوّتِ ارادی ہے اور کارفرمائی کے اعتبار سے اس کے دو انداز ہیں - ایک قدر آفریں دوسرا مؤثر، ابنائے قدر آفریں کا مزاج تغیر و تبدّل سے عبارت ہے اور ابنائے مؤثر کا تقسیم و تفریق ہے - ہمارے اردگرد جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ ابنائے مؤثر کی کاریگری ہے لیکن حقائق کی گہری سطح اور خود ہمارے شعور کی اندرونی پرتوں میں ابنائے قدر آفریں کارفرما ہے۔

کائنات میں ہر وجود ایک معیّن فرد ہے اور ان بے شمار افراد میں ایک ربط، ایک تسلسلِ حیات ہے جس کے باعث وہ پراگندگی کا شکار نہیں ہوتے۔ نظامِ عالم دراصل تسلسلِ حیاتِ تعیّناتِ وجودی کا دوسرا نام ہے جس کا انحصار اس قوتِ ناظمہ پر ہے جسے اقبال "خودی" کہتے ہیں - یہ کام جو اور کارگر قوت، تخلیق کی جولانیوں کو برقرار رکھنے کے لئے عجیب عجیب ڈھنگ اور نت نئے روپ لے کر سامنے آتی ہے - یہ چونکہ مثبت اور منفی کرداروں سے بہ یک وقت مزیّن اور مسلّح ہوتی ہے، اس لئے اپنے مقاصد کی پیش رفت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے لئے کبھی تغیر و تبدل کے کرشمے دکھاتی ہے اور کبھی تقسیم و تفریق کے نظارے۔

نیز اسی کے باعث زندگی کا مزاج یہ نظر آتا ہے کہ :-

پسند اس کو تکرار کی خو نہیں — کہ تو میں نہیں اور میں تو نہیں
من و تو سے ہے انجمن آفریں — مگر عین محفل میں خلوت نشیں ۱؎

نیز :

اتر کر جہانِ مکافات میں — رہی زندگی موت کی گھات میں
مذاقِ دوئی سے بنی زوج زوج — اٹھی دشت و کہسار سے فوج فوج
گل اس شاخ سے ٹوٹتے بھی رہے — اسی شاخ سے پھوٹتے بھی رہے
سمجھتے ہیں ناداں اسے بے ثبات — ابھرتا ہے مٹ مٹ کے نقشِ حیات ۲؎

نقشِ حیات کا مٹ مٹ کے ابھرنا اس وجہ سے ہے کہ خودی زمانے کے دریا میں بہنے کے باوجود موجوں کے الٹ پھیر یعنی زمانِ متواتر کی پابند نہیں ہے۔ اس کی کیفیت تو یہ ہے کہ :-

ازل اس کے پیچھے ابد سامنے — نہ حد اس کے پیچھے نہ حد سامنے ۳؎

اور :-

ازل سے ہے یہ کشمکش میں اسیر — ہوئی خاکِ آدم میں صورت پذیر ۴؎

خاکِ آدم میں صورت پذیر ہونے کی منزل تک تعینات وجود حسن کشمکشِ تعینات سے گزرتے ہیں انھیں کو دیکھتے ہوئے یہی کہا جا سکتا ہے کہ اگر خودی جلوہ بدست ہونے کے باوجود خلوت پسند نہ ہوتی، اگر وہ من و تو سے پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ من و تو سے پاک نہ ہوتی تو افرادِ کائنات میں وہ ربط،

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

وہ تسلسلِ حیاتِ تعیّناتِ وجود جو نظر آتا ہے مفقود ہوتا یا دوسرے الفاظ میں یوں کہا جائے کہ سرے سے وہ شے ہی نہ ہوتی جسے نظامِ عالم کہا جاتا ہے۔ ہزاروں طرح کی انجمن آفرینیوں میں لگے رہ کر بھی محفل میں خودی کا خلوت نشین رہنا ہی اس کی وہ ادائے حسین ہے وہ اپنے آپ کو زندگی میں منقلب کرنے کے بعد بھی از خود رفتہ نہیں ہوتی بلکہ اس طرح خود کو مستحکم کرتی ہے اور اس حالتِ استحکام کو جا پہنچتی ہے جس پر تسلسلِ حیاتِ تعیّناتِ وجود منحصر ہے۔

تیسرا باب

حیاتِ خودی تخلیق و تولیدِ مقاصد سے ہے

اگر ز رمزِ حیات آگہی مجوئے و مگیر
دلے کہ از خلشِ خارِ آرزو پاک است[۱]

حیات آگے بڑھتی ہوئی اس حرکت کا نام ہے جو بہت کچھ جذب کر سکتی ہے اور اپنے سفر کے دوران مسلسل آرزوئیں اور معیار پیدا کرتی رہتی ہے[۲]۔ لہٰذا فرد کی نشوونما کے لئے بھی یہی ضروری ہے کہ نت نئے مقاصد اور منصوبے تشکیل پاتے رہیں۔ کیوں کہ اس سے ہماری فعالیت کی سمت مقرر ہوتی ہے اور نشوونما ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

انا کو رنگ ملتا ہے[۱]

اقبال کے تصور کے مطابق خودی کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ گوناگوں تجربات سے اپنے آپ کو مستحکم کرے۔ اپنے تحقق اور تکمیل کو پیش نظر رکھتے ہوئے وہ سفر اندر سلسل سفر کو کسی منزل پر ختم نہیں کرتی۔ نئی نئی منزلوں تک پہنچنے کا شوق اسے بے چین کئے رہتا ہے۔ رہ نورد شوق کا سفر کبھی ختم نہیں ہوتا اور کوئی مقام اس کے لئے انتہائے راہ کا حکم نہیں رکھتا گویا خودی کو یہ احساس ہے کہ :-

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں،
حقائق کی دنیا خودی کی پہلی منزل ہے لیکن :-

جہاں اور بھی ہیں ابھی بے نمود ۔۔۔ کہ خالی نہیں ہے ضمیر وجود[۳]

ان میں سے ہر جہاں آدمی کی یلغار اور اس کی شوخی فکر و کردار کے اظہار کا منتظر ہے۔ لہذا شرر میں ستارے اور ستارے میں آفتاب کی تلاش، آدمی کا مقصد ہونا چاہیئے۔

مقصد دور سے نظر آنے والی روشنی ہے جس کی طرف ہم جاتے ہیں۔ یہ منزل ہمارے آگے ہے، اسباب و علل کی دنیا کی طرح ہمارے پیچھے نہیں ہے۔ ماضی کے جبر کی جگہ اس میں ہم مستقبل کی آزادیوں کا دل کش منظر دیکھ سکتے ہیں۔ میکانکی عالم میں اہمیت ماضی کو ہے لیکن شعور و احساس کی دنیا میں مستقبل زیادہ اہم ہے[۵]۔ اسی لئے آدمی معین مقاصد کے ذریعے نئے حقائق کی تخلیق کرتا ہے۔ ممکنات کو واقعات میں تبدیل کرتا ہے اور ضمیر وجود سے نئے جہان برآمد

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کرلیتا ہے - آدمی کی خودی سعیِ مقاصد میں حقائق کی طرف سے آنکھیں بند نہیں کرتی بلکہ اُن کے وجود کو تسلیم کرتے ہوئے اُن میں حسب منشاء تغیر چاہتی ہے [۵]

اقبال کے نظریے کے بموجب، مقاصد کی تخلیقی استعداد روحانی حیثیت رکھتی ہے اور یہ استعداد بغیر اس تہذیب نفس کے پیدا نہیں ہو سکتی جو مذہب و اخلاق کی بنیاد ہے [۱] ذہنی زندگی جتنی اعلیٰ ہوگی اسی قدر مقاصد واضح اور معیّن ہوں گے [۳] -

اقبال نے آدمی کی اخلاقی اور مادّی زندگی کے تضاد کو بڑی حد تک رفع کرنے کی کوشش کی ہے اور اسلامی روایات کے اس اہم اصول کو واضح کر دیا ہے کہ آدمی کی زندگی میں روحانی اور مادّی عناصر کی ہم آہنگی ہونا چاہیئے جس کے بغیر آدمی کی فطرت درجۂ کمال کو نہیں پہنچ سکتی [۴] یہ صحیح ہے کہ جان و تن کے خصائص میں فرق ہے کیونکہ :-

چیست جاں ؟ جذب و سرور و سوز و درد
ذوقِ تسخیرِ سپہرِ گرد گرد

چیست تن ؟ با رنگ و بو خو کردن است
با مقامِ چار سو خو کردن است [۵]

لیکن تن یا مادّہ جو رنگ و بو کا طلب گار اور اطراف و اکناف کا اسیر ہے، جان کے اس جذب و سرور اور سوز و درد کو نقصان نہیں پہنچاتا جو تسخیر ارض و سما کے لئے درکار ہے - تن کے تقاضے روحانی مطالبات کا راستہ نہیں روک سکتے -

ایں بدن با جانِ ما انباز نیست
مشتِ خاکے مانعِ پرواز نیست [۶]

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہ تو آدمی پر منحصر ہے کہ تن کا ہو رہے یا جاں پروری کے لئے تن سے کام لے۔ اگر اس نے اپنا اور اپنے علوم و فنون کا مقصد یہ قرار دے لیا کہ وہ چار سو میں گھر کر رنگ و بو ہی سے سروکار رکھے گا اور حواس سے لذت اندوز ہونے کے علاوہ کچھ نہ کرے گا تو اس کا نصیب زوال ہے۔ وہ زوال پذیر ہو کر اس سطح پر آگرے گا جہاں اس کے مقدر میں ٹھوکریں ہی ٹھوکریں ہوں گی۔

تن کا ہو رہنے سے آدمی مجبور اور محصور ہو جاتا ہے لیکن جاں کی بالیدگی اسے آزادیاں بخشتی ہوئی مقاماتِ عالیہ تک پہنچاتی ہے لہٰذا انسان کو چاہئے کہ جسم کے سرکش تقاضوں کو روحانی مطالبات سے ہم آہنگ کرتے ہوئے مقاصد آفرینی کی طرف مائل ہو۔ اگر ایسا ہو سکا تو ان ہی مقاصد کے دامن میں حیات کی اعلیٰ قدریں نظر آئیں گی، انہیں میں تخلیقی استعداد ہوگی اور یہی روشن اور واضح بھی ہوں گے۔

اقبال کے بقول ان بلند، روشن اور دل پذیر مقاصد کا حصول آرزو کے بغیر ممکن نہیں۔ آرزو ہی وہ سرمایہ حیات ہے جس کے نہ ہونے سے زندگی، موت بن جاتی ہے۔

زندہ را نفیِ تمنا مردہ کرد   شعلہ را نقصانِ سوز افسردہ کرد

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چوتھا باب

خودی عشق و محبّت سے مستحکم ہوتی ہے

مقاصد کی لگن کے لئے اقبالؔ نے "عشق" کی اصطلاح استعمال کی ہے جس کا ولولہ انسان کی فطرت میں اُبلا پڑتا ہے اور جس کے بغیر اس کا معنوی ارتقا ادھورا رہتا ہے[۱]۔ اقبالؔ اور مولانا روم عشق کو زندگی کی بڑی ہی عظیم قوت سمجھتے ہیں[۲] جس کی حقیقت کے اظہار سے زبان معذور ہے۔ پھر بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ عشق کسی بار کو گراں نہیں سمجھتا اور کسی تکلیف کو نظر میں نہیں لاتا۔ یہ اپنی سکت سے زیادہ کے حصول کی کوشش کر بیٹھتا ہے اور کسی بھی کام کو ناممکن کہہ کر گریز کے لئے حیلوں کی آڑ نہیں پکڑتا کیونکہ یہ اپنے لئے سب کچھ روا اور ہر کام ممکن جانتا ہے۔ یہ سب کچھ کر گزرنے کا اہل ہے لہٰذا ان مرحلوں کو بھی طے کر کے کسی نہ کسی نتیجے تک پہنچ جاتا ہے جہاں عشق و محبت سے عاری وجود چکرا کر گر پڑتے ہیں[۳]۔ یہ سب صحیح ہے لیکن اقبالؔ اس اصطلاح کو اور زیادہ وسیع معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ :۔

تند و سبک سیر ہے گرچہ زمانے کی رو — عشق خود اک سیل ہے سیل کو لیتا ہے تھام
عشق کی تقویم میں عصرِ رواں کے سوا — اور زمانے بھی ہیں جن کا نہیں کوئی نام
عشق دمِ جبرئیل عشق دلِ مصطفےٰؐ — عشق خدا کا رسول عشق خدا کا کلام

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عشق فقیہہِ حرم - عشق امیرِ جنود　　عشق ہے ابن السبیل اس کے ہزاروں مقام

عشق کے مضراب سے نغمۂ تارِ حیات

عشق سے نورِ حیات عشق سے نارِ حیات[۱]

اقبال کی نظر میں عشق اور خواہشِ جذب و تسخیر ہم معنی ہیں اور اس کی بلند ترین تشکیل، قدروں اور معیاروں کی تخلیق نیز اُن کے حصول کی کوشش ہے[۲] اس اعتبار سے عشق کی ادائیں بھی انوکھی ہوتی ہیں مثلاً :-

کبھی آوارہ و بے خانماں عشق　　کبھی شاہِ شہاں نوشیرواں عشق

کبھی میداں میں آتا ہے زرہ پوش　　کبھی عریان و بے تیغ و سناں عشق

اور :-

کبھی تنہائی کوہ و دمن عشق　　کبھی سوز و سرور و انجمن عشق

کبھی سرمایۂ محراب و منبر　　کبھی مولا علی خیبر شکن عشق[۳]

اقبال اور رومی دونوں کے تصور کے بموجب عشق کا پہلا تقاضا یہ ہے کہ عاشق کے دل میں معشوق کی صفات جذب کر لینے کی شدید خواہش ہو[۴] اس سے خودی مستحکم ہوتی ہے اور فرد کی صلاحیتوں میں ارتکاز اور اُن کی شدّت میں اٹھان پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ اسی وجہ سے ہمیں بڑی بڑی شخصیتوں کے تذکرے میں ایسی کئی مثالیں ملتی ہیں جنہوں نے اپنی خودی کو منشائے الٰہی کے مطابق بنا لیا تھا یہی سبب ہے کہ اولوالعزم پیغمبروں اور شہیدوں نے اطاعتِ الٰہی کی راہ میں عام آدمی کی سطح سے بلند ہو کر حیرت انگیز معجزے دکھائے ہیں[۵] مثلاً :-

عشق با نانِ جویں خیبر کشاد　　عشق در اندامِ مہ چاکے نہاد[۶]

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اقبالؔ کے بقول منشائے الٰہی کے سانچے میں ڈھلنے کے لئے ضروری ہے کہ پیغمبرِ اسلام صلعم کی ہدایت "تَخَلَّقُوا بِاَخْلَاقِ اللّٰہ" (اپنے میں اللہ کے اخلاق "صفتیں" پیدا کرو) پر عمل کیا جائے۔ یہ کام آسان نہیں۔ اگر ہے تو یوں اس طرح کہ کسی ایسی ذات سے عشق ہو جائے جس کے افکار و اعمال منشائے الٰہی سے ہم آہنگ ہوں۔ ایسی ذات پیغمبرِ اسلام کی ہے لہٰذا اقبالؔ اُن سے والہانہ عشق کا مشورہ دیتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتا دیتے ہیں کہ اُن کے اسوۂ حسنہ کو پوری طرح اپنائے بغیر اُن کی ذات سے عشق ممکن نہیں۔ اُن کے بقول عشق اتّباعِ سُنّتِ نبوی ہی کا ایک نام ہے اور اسی کو تقلید کہتے ہیں۔

اس باب میں تقلید کے معیار کو ظاہر کرنے کے لئے حضرت بایزید بسطامیؒ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ بسطامیؒ نے خربوزہ کھانے سے صرف اس لئے اجتناب کیا تھا کہ وہ اس پھل کو حضور نبیِ کریمؐ کے طریقہ سے نہیں کھا سکتے تھے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ آپ نے یہ پھل کس طرح نوش کیا تھا۔

اتّباعِ سُنّتِ نبوی کے علاوہ، اقبالؔ کسی کی پیروی پسند نہیں کرتے بلکہ اس کے علاوہ ہر تقلید کو شخصیت کے لئے مضر سمجھتے ہوئے ہدایت کرتے ہیں کہ:-

تقلید سے ناکارہ نہ کر اپنی خودی کو
کر اس کی حفاظت کہ یہ گوہر ہے یگانہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پانچواں باب

خودی سوال سے ضعیف ہوتی ہے

سوال یا گداگری اُن برائیوں میں سے ایک ہے جو خودی کو کمزور کرتی ہیں۔ خودی کا تقاضا تو یہ ہے کہ فرد اپنی صلاحیتوں کو سمجھنے کے ساتھ ساتھ انہیں جد و جہد کے ذریعہ بروئے کار بھی لائے لیکن سوال کا عادی ہو کر آدمی خود پر اعتماد نہیں کر پاتا اور دوسروں کا دست نگر ہو کر عمل کی دنیا سے اتنا دُور ہو جاتا ہے کہ اس کی صلاحیتیں اسی کی نظر سے اوجھل ہو جاتی ہیں۔

سوال کا مزاج پہچاننے کے لئے قرآن مجید سے واضح اشارے ملتے ہیں۔ چنانچہ ان حاجتمندوں کا ذکر کرتے ہوئے جو ڈھٹائی سے دستِ سوال دراز نہیں کرتے' ارشاد ہوتا ہے کہ :-

"تو اُن کے چہرے سے پہچانتا ہے وہ لوگ لپٹ کر نہیں مانگتے"[۱]

قرآن مجید میں ایک اور جگہ بھی لفظ "سوال" کا استعمال فکر انگیز ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے یہ معاملہ تھا کہ مدعی کے بقول اس کے پاس صرف ایک دُنبی تھی جسے فریقِ مخالف اپنی تند بیانی کے زور پر حاصل کرنا چاہتا تھا حالانکہ اُس کے پاس ننانوے دنبیاں تھیں لہٰذا :-

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(حضرت داؤد نے) کہا "اس نے اپنی دُنبیوں کی طرف تیری دُنبی مانگ کر ظلم کیا" ۱ے

ان ارشادات کی روشنی میں سوال وہ طلب ہے :-

۱۔ جو آدمی سے غیرت چھین لے۔

۲۔ جس کے باعث آدمی ناروا طریقوں سے فائدہ اٹھانا چاہے اور

۳۔ جو آدمی کی تخلیقی قوتوں کے ضعف و زوال کا باعث ہو

مختصراً یوں کہا جائے کہ مفید ِمعاشرہ محنت کے بغیر جو کچھ بھی حاصل کیا جاتا ہے وہ بھیک ہے ۱۲ے

لہٰذا اقبال کی نظر میں رعایا سے خراج وصول کر کے عیش کرنے والا بادشاہ زر تار کپڑوں میں لپٹا ہوا بھک منگا ہے۔ اُن کے بقول :-

میکدے میں ایک دن اک رند ِزیرک نے کہا
ہے ہمارے شہر کا والی گدائے بے حیا

تاج پہنایا ہے کس کی بے کلاہی نے اُسے
کس کی عریانی نے بخشی ہے اُسے زریں قبا

اس کے آب ِلالہ گوں کی خون ِدہقاں سے کشید
تیرے میرے کھیت کی مٹی ہے اس کی کیمیا

اس کے نعمت خانے کی ہر چیز ہے مانگی ہوئی
دینے والا کون ہے مرد ِغریب و بے نوا

مانگنے والا گدا ہے صدقہ مانگے یا خراج
کوئی مانے یا نہ مانے میر و سلطاں سب گدا ۱۳ے

سوال کی لعنت سے بچانے والی صفت خودداری ہے جس کے معیار کے بطور حضرت عمر فاروق رض کے کردار کو پیش کیا گیا ہے اور اس واقعے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ ایک سفر کے دوران آپ کا تازیانہ ہاتھ سے گر گیا تھا جسے اٹھانے کے لئے آپ بہ نفس نفیس اونٹ سے نیچے اُترے اور اتنے سے کام کے لئے بھی کسی کا احسان لینا گوارا نہیں کیا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چھٹا باب

جب خودی عشق ومحبت سے محکم ہو جاتی ہے تو نظامِ عالم کی تمام ظاہر وپنہاں قوتوں کو مسخر کر لیتی ہے

چوتھے باب اور اس باب کا موضوع ایک ہی ہے۔ ان اوراق میں مزید تشریح وتوضیح کے لئے حضرت شاہ بو علی قلندر رح کے جلال کا واقعہ قلم بند کیا گیا ہے۔

حضرت قلندر صاحب کا نام شیخ شرف الدین ہے۔ سال ولادت ۶۰۲ھ اور سنہ وفات ۷۲۴ھ ہے، مزار مبارک پانی پت میں ہے۔ آپ کی زندگی میں دہلی، خاندانِ غلاماں خلجیوں اور تغلقوں کا دارالسلطنت رہا۔ آپ ان تمام علوم وفنون سے اچھی طرح واقف تھے جو اس وقت ایک فاضل کے لئے ضروری سمجھے جاتے تھے۔

چالیس برس کی عمر میں پانی پت سے دہلی تشریف لانے کے بعد آپ نے مسجد قوت الاسلام کو درس وتدریس کا مرکز بنایا اور پھر چالیس سال تک یہی آپ کا معمول رہا اس کے بعد "بہ رضامندی جمیع درویشاں ودانش منداں" حکومت نے پایۂ تخت کا منصب قضا (جج) آپ کے سپرد کر دیا اور بیس سال

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تک مسندِ افتاء آپ کے نفوس قدسیہ سے آراستہ رہی اُبھی یہ سلسلہ چل ہی رہا تھا کہ قلندر صاحب پر جذبۂ شوق کا غلبہ ہوا اور آپ دہلی سے نکل کھڑے ہوئے۔ ایک رات دریائے جمنا کے کنارے قیام کیا اور علمی کتابیں تھیں دریا میں ڈال دیں۔ پانی پت پہنچے تو ڈیڑھ ہزار آدمی ساتھ تھے۔ سب کو رخصت کر کے اسی علاقے میں ٹھہر گئے۔ اب نہ پیری تھی نہ مریدی جو کچھ تھا زہد و عبادت اور قلندری گویا یہ عالم تھا کہ:۔

عشق اوّل عشق آخر، عشق کُل
عشق شاخ و عشق نخل و عشق گُل

اور شانِ قلندری کی یہ کیفیت کہ "پانچ چھ بادشاہ اور تاجدار اس فقیر کی چوکھٹ پر حاضر ہو کر آستانہ بوسی کرتے تھے"۔

بموجب ارشاد حضور سرورِ کائنات، حضرت قلندر صاحبؒ ترک و استغنا کے مقامِ بلند پر پہنچ گئے تھے چنانچہ اپنے اشعار میں حدیثِ نبی کریم "خیر الغنا غنا القلب" کی تفسیر پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

زہد و تقویٰ چیست اے مردِ فقیر — لا طمع بودن ز سلطان و امیر
گر بدست آید ترا گنجِ نقود — ورنہ داری ہمتِ عالی چہ سود

حضرت قلندر صاحب کے بقول "مجھے فیضِ روحانی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پہنچا ہے جس طرح سورج کی کرنیں دیوار پر پڑتی ہیں تو دیوار منور ہو جاتی ہے"۔

آپ کی منظوم تصانیف میں ایک دیوان، مثنوی بو علی قلندر شاہ قلندر۔ غزلیات و مثنویات کا ایک مجموعہ اور نثر میں حکم نامہ اور ایک مکتوب مشہور ہیں۔

اس باب میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے وہ غالباً علاؤ الدین خلجی کے زمانے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کا ہے ۔ اس بادشاہ کا دورِ حکومت ۶۹۵ھ/۱۲۹۰ء سے ۷۱۵ھ/۱۳۱۵ء تک رہا ہے اور بحالتِ قلندری حضرت بوعلی شاہ کی دہلی سے پانی پت کو واپسی سنہ ۷۰۰ھ کے آس پاس معلوم ہوتی ہے ۔ پھر ایک واقعہ یہ بھی سامنے آتا ہے کہ علاؤالدین خلجی نے حضرت امیر خسروؒ کو قلندر صاحبؒ کی خدمت میں کچھ ہدیے دیکر ضرور بھیجا تھا اور جب انہوں نے قلندر صاحبؒ سے درخواست کی کہ بادشاہ کو کچھ تحریر فرما دیں تو انہوں نے کاغذ کے پُرزے پر لکھ کر دے دیا تھا کہ :-

"علاؤالدین خلجی خوطۂ دہلی مقرر دارند کہ بہ بندگانِ خدا زندگانی نیکو کنند۔"

(علاؤالدین خلجی کو خوطۂ دہلی مقرر رکھتے ہیں تاکہ بندگانِ خدا کے ساتھ اچھی زندگی بسر کرے ۔

اس باب کے اشعار سے جہاں عشق و محبت کے بے پناہ جلالی اثرات کا پتا ملتا ہے وہیں ترک و استغنا کے اسلامی تصوّر اور رہبانیت پسندوں کے تصوّرِ ترکِ دنیا کا فرق بھی سامنے آجاتا ہے ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ساتواں باب

حکایت

اس معنی میں کہ مسئلہ نفی خودی مغلوب قوموں کی اختراع ہے جو اس مخفی طریقے سے غالب قوموں کے اخلاق کو کمزور بنا دیتی ہیں

سخت باریک ہیں امراضِ اُمم کے اسباب
کھول کر کہیئے تو کرتا ہے بیاں کوتاہی
دینِ شیری میں غلاموں کے امام اور شیوخ
دیکھتے ہیں فقط اک فلسفہ روباہی

اس حکایت کے دل چسپ پیرائے میں اقبال نے نفی خودی یعنی رہبانیت یا ترکِ دنیا کے مسئلے کو واضح کیا ہے۔ ایک دو نہیں عرصۂ تاریخ میں ایسے کئی مقام ملتے ہیں جہاں آدمی نے یہ سوچنا پسند کیا ہے کہ:-

بقدرِ ہر سکوں راحت بود بنگر تفاوت را
دویدن، رفتن، استادن، نشستن، خفتن و مردن

(مرزا صائب)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس فرق کو دیکھ کہ ہر سکون کے بقدر ہی راحت ملتی ہے۔ دوڑنے سے زیادہ چلنے میں۔ چلنے سے زیادہ کھڑے رہنے میں۔ اس سے زیادہ بیٹھنے میں بیٹھنے سے زیادہ سونے میں اور اس سے بھی زیادہ مر جانے میں)

اقبال کی باریک بین نظر سے دیکھا جائے تو اس افتادِ طبع کا سانچا مغلوب قوموں کا مخصوص ذہن ہے۔

دوسری صدی قبل مسیح میں جب یونانی جمہوریہ رومۃ الکبریٰ سے مغلوب ہوئے تو زندہ دلانِ یونان کی زندہ دلی، غیر قوم کا محکوم بن جانے کے بعد مردہ دلی میں تبدیل ہو گئی اور اس سیاسی مردہ دلی کا اثر فلسفۂ یونان پر یہ ہوا کہ برٹرینڈ رسل کے بقول "ارسطو کے بعد کا ہر فلسفی دنیا سے متنفر نظر آنے لگا"[۵]

یہودیوں پر یہ مصیبت اس طرح آئی کہ فتوحات کی روش میں جب روم والوں نے ان کی بے بس آبادیوں کو غلام بنانے کے لئے پے در پے حملے کرنا شروع کئے اور نوبت بایں جا رسید کہ حضرت عیسیٰؑ کے ایامِ شباب میں "ناصرہ" کے آس پاس اکثر قصبے روم والوں کے غلام بن کر بک گئے تو بحیرۂ روم کی بڑی بڑی بندرگاہوں میں ایک خاص عقیدے کی داغ بیل پڑنے لگی اور مغلوب یہودیوں نے وہ دستورِ بود و باش پسند کر لیا جو ان کے حوصلہ مند آقاؤں کی طرزِ زندگی سے بالکل مختلف تھا۔ انھوں نے اپنی غلامی، کمزوری، بد تعلیمی اور غربت کو مظہرِ خیر سمجھنا شروع کر دیا[۶] اب انہیں اپنی سلامتی اس میں نظر آنے لگی کہ خودی کی نفی کر دی جائے۔ یہ ایک دفاعی تدبیر تھی جسے یہودی اپنے اجتماعی وجود کی بقا کے لئے اپنانے پر مجبور تھے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آئینۂ تاریخ میں کئی غلام قومیں اس تدبیر کا سہارا لئے نظر آتی ہیں لیکن یہ دفاعی تدبیر ہی نہیں ہے، اقبال کے بقول اس کا ایک جارحانہ رُخ بھی ہے یعنی وہ مخفی اثر جس کے ذریعے مغلوب قومیں حکمراں قوموں کے اخلاق کو کمزور بنا کر اُن پر بالادستی حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔

مسلمانوں کی تاریخ میں یہ فتنہ اس طرح اُبھرا کہ پہلی ہی صدی ہجری میں جب دمشق مرکزِ حکومت بنا تو مسلمانوں میں عربی اور عجمی کے امتیازات بڑی شدت سے نمودار ہونے لگے۔ ابن حزم الاندلسی کے بقول اہلِ فارس، وسعتِ سلطنت اور تمام اقوامِ عالم پر بالادست ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو بہت ہی بزرگ و برتر سمجھتے تھے یہاں تک کہ انہوں نے اپنے لئے احرار اور بقیہ لوگوں کے لئے غلام کا لقب وضع کر لیا تھا۔ لیکن جب وہ ریگستانِ عرب کے شتربانوں سے مغلوب ہوئے تو اوّل اوّل انہیں اپنی ذلت کا شدید احساس ہوا مگر اسلام کے اصولِ مساوات و انصاف اور صحابہ و تابعین اور علماء و فقہا کے دین دار طرزِ عمل نے نہ صرف یہ کہ ان کے اس زخم پر مرہم رکھ دیا بلکہ انہیں عالمگیر اُمتِ مسلمہ کے اندر کامل معاشرتی مساوات کے ساتھ جذب کرنا شروع کر دیا۔ اب اگر اس کی پُشت پر حکومت کی انتظامی پالیسی بھی انہیں اصولوں کے مطابق ہوتی تو کبھی کسی غیر عرب قوم کے اندر اپنی علیحدگی اور قوم پرستی کا جذبہ پیدا نہ ہوتا۔[۱]

لیکن ہوا یہ کہ عرب مسلمانوں کے ساتھ غیر عرب نو مسلموں کے مساوی حقوق کا تصوّر قریب قریب مفقود ہو گیا پھر یہ خرابی اور آگے بڑھی، والی۔ قاضی حتیٰ کہ امامِ نماز مقرر کرتے وقت بھی یہ دیکھا جانے لگا کہ آدمی عرب ہے یا غیر عرب۔ اس لئے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عجمیوں میں یہ احساس پیدا ہو گیا کہ اسلامی فتوحات نے دراصل انہیں عربوں کا غلام بنا دیا ہے اور اب وہ اسلام قبول کر کے بھی عربوں کے برابر نہیں ہو سکتے[1]

بنی اُمیہ کا دورِ حکومت سو سال بھی نہ چل پایا تھا کہ ختم ہو گیا اور زمامِ اقتدار بنی عباس کے ہاتھ آئی "لیکن وہ نسلی، قبائلی اور وطنی عصبیتیں جو بنی اُمیہ نے بھڑکائی تھیں بنی عباس کے عہد میں پہلے سے بھی شدید تر ہو گئیں ..... اور بنی اُمیہ کے دور میں اُن کے عربی تعصب کی وجہ سے عجمی قوم پرستی (شعوبیت) کی جو آگ اندر ہی اندر سلگ رہی تھی بنی عباس کے زمانے میں وہ پوری قوت کے ساتھ بھڑک اٹھی[2]

ابن حزم کے بقول "انہوں نے بصورتِ جنگ مختلف اوقات میں اسلام کو فریب دینا چاہا[3] اور یہی نہیں کہ صرف عربی عصبیت کے خلاف مورچہ لگایا بلکہ خود اسلام کے خلاف بھی "زندقے" کا ایک محاذ اٹھا کھڑا کیا[4] یہ فرقہ جسم کو ذلیل اور مادی چیزوں کو حقیر سمجھنے کی تعلیم دیتا تھا اور منصور عباسی کے عہد (۱۳۶ھ - ۷۵۴ء - ۱۵۸ھ - ۷۷۵ء) میں پوری طرح سر اٹھا چکا تھا۔ اس کے اخلاقی دستور کی نمایاں خصوصیت دنیا میں زہد اور آخرت کے لئے عمل کی تعلیم تھی[5]۔ یہ لوگ کہتے تھے کہ گوشت حرام ہے۔ پانی کو ہاتھ نہیں لگانا چاہیئے اور کسی قسم کے جانور کو ہلاک نہیں کرنا چاہیئے[6]

اس طرح عرب غلبے کے مقابل رہبانیت کے نام پہ ایک دفاعی تدبیر اپنانے کے ساتھ ساتھ مغلوب عجمیوں نے اس تعلیم و تلقین کے ذریعہ مسلمانوں کو صرف اعتقادی اور اخلاقی فساد کے خطرے ہی سے دوچار نہیں کیا بلکہ سیاسی و اجتماعی حیثیت سے بھی یہ فتنہ مسلم معاشرے اور ریاست کو پارہ پارہ کر دینے والا تھا[7]

مغلوب قوموں کی یہی اُفتادِ طبع اس باب کا موضوع ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آٹھواں باب

افلاطونِ یونانی جس کے تصورات سے تصوّف اور ادبیاتِ اسلامیہ بہت متاثر ہوئے مسلکِ گوسفندی پر عامل تھا، اس کے تخیّلات سے دُور رہنا واجب ہے

کائنات کی حقیقت کے بارے میں تین نظریئے سامنے آتے ہیں (۱) یہ کہ کائنات اپنے وجود کے لئے کسی کی محتاج نہیں اور اشیائے کائنات کا وجود حقیقی اور بذات خود قائم ہے۔ اس نظریئے کو ماننے والے مادّئیین یا مادہ پرست کہے جاتے ہیں۔

۲۔ یہ کہ کائنات کا وجود حقیقی نہیں ہے بلکہ اشیائے کائنات کسی نہ کسی حقیقی نمونے کی نقل ہیں۔ حقیقی اشیا کی ہر نوع کا ایک نمونہ (عین) ہے جو عالم مثال میں موجود ہے اور خارجی طور پر کائنات میں جو کچھ بھی نظر آتا ہے فریب نظر ہے۔ یہ نظریہ علیئین یا تصور پرستوں کا ہے [۱]

۳۔ اور یہ کہ کائنات کا وجود تو حقیقی نہیں، ظلّی ہی ہے یعنی وجودِ کائنات کسی حقیقی وجود کا ظلّ (سایہ) ہے لیکن یہ سایہ فریبِ نظر نہیں ہے بلکہ خارجی طور پر موجود ہے۔ اسے معروضی تصوریت کہا جاتا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

افلاطون، تصور پرستوں (عینیئین) کا سردار اور اقبال معروضی تصوریت کے نمائندے ہیں۔

سقراط کا شاگرد افلاطون (تقریباً ۴۲۷ ق م تا ۳۴۷ ق م) ایتھنز میں پیدا ہوا تھا۔ اس کے خیال کے بموجب مادہ "کچھ نہیں" ہے۔ خارجی دنیا، ادراک کے اعتبار سے نفس کی اور ساخت و کارکردگی کے اعتبار سے اعیان کی ذیلی ہے۔ لہذا کائنات کو اسی نمونۂ کامل کی نقل بدرجہ اوسط سمجھنا چاہیے جو کسی مائل بہ تخلیق روح کے تصور میں ہے۔[۱] "اعیان" ان اشیا سے عظیم تر حقیقتیں ہیں جن کا علم حواسِ خمسہ کے ذریعہ ہوتا ہے۔[۲] مثلاً عینِ انسان کسی بھی انسان سے زیادہ حقیقی ہے۔

افلاطون کے بقول 'اعیان' آفاقی جواہر ہیں یعنی وہ مطلق اور بنیادی حقیقتیں ہیں جن پر سب ہی اشیاء کا دارومدار ہے، لیکن وہ خود کسی پر منحصر نہیں۔ اپنی نوع کے اعتبار سے ہر عین مستقل اور مطلقاً مکمل واحدہ ہے اور اس کا کمال ہی اس کی حقیقت ہے۔

اعیان، سالم و ثابت اور لافانی ہوتے ہیں، لیکن مشاہدے میں نہیں آسکتے اسی لئے یہ مسئلہ، مسئلۂ اعیانِ نامشہود کہا جاتا ہے۔ افلاطون کے بقول چونکہ حواس کی دنیا، مشاہدۂ حسی کا اور "عین" ادراک و تعقل کا معروض ہے۔ اس لئے "عین" اور محسوس کی جانے والی شے کی صفات کچھ متضاد اور کچھ مختلف ہوتی ہیں ....

مثلاً :-

عین حقیقی ہے اور محسوس کی جانے والی شے نیم حقیقی

عین کلی اور آفاقی ہے اور محسوس کی جانے والی شے مخصوص اور انفرادی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عین واحد ہے اور محسوس کی جانے والی شے بہ کثرت
عین ماورائے زمان و مکاں ہے اور محسوس کی جانے والی شے زمانی اور مکانی
عین دائمی اور ناقابلِ تغیّر ہے اور محسوس کی جانے والی شے قابلِ تغیّر۔

مزید برآں یہ کہ حواس کی دنیا چونکہ ہر لحظہ متغیّر ہوتی رہتی ہے، اس لئے اس کا علم ممکن نہیں۔ لہٰذا اس دنیا میں ہم جسے علم کہتے ہیں وہ صرف فریبِ نظر ہے۔ علم اگر ممکن ہے تو ناقابلِ تغیّر اعیان ہی کا ہے۔

نو افلاطونیت[۵]: افلاطون کے بعد یونان میں سکندرِ اعظم کے استاد ارسطو کا دور آیا اور پھر وہ دور شروع ہوا جسے وسطی افلاطونی فلسفے کا دور کہا جاتا ہے۔ برٹرینڈ رسل کے بقول جس کی خصوصیت یہ تھی کہ ارسطو کے بعد کا ہر فلسفی تارک الدنیا ہو گیا[۵۲] وسطی افلاطونی فلسفہ، انتخابی فلسفہ تھا جو رواقی اور افلاطونی فلسفے کے ساتھ ساتھ ارسطو اور فیثا غورث کے فلسفے سے بھی بہرہ مند ہوا۔ اس انتخابی فلسفے کی ایک شاخ نو افلاطونیت (افلاطونیتِ جدیدہ یا اشراق) ہے جس کا مرتب کرنے والا افلاطنس[۵۳] تھا۔

پلاٹی نیوس یا افلاطنس، افلاطون کے فلسفے کا دل دادہ تھا، لیکن اسے افلاطون کا حلقہ بگوش نہیں کہا جا سکتا۔ اس کا انداز تو یہ نظر آتا ہے کہ افلاطون کا مقلد بھی تھا اور قلادۂ تقلید اتار کر آزادانہ طور سے غور کرنے کا حامی بھی۔ پھر یہ بھی قرینِ از قیاس ہے کہ وہ افلاطون سے کہیں زیادہ اپنے استاد "امونی یوس ساکاس" سے متاثر ہوا ہو گا جو عیسائی مذہب ترک کر کے وسطی افلاطونی فلاسفہ کے حلقے میں داخل ہو گیا تھا[۵۴]

نو افلاطونیت میں جسم و جسمانیت کی اہمیت کیا ہے؟ اس کا جواب حاصل

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کرنے سے پہلے فلاطنس کے نظریات کی تشکیل کے پس منظر کو دیکھنا چاہیئے جس کا ایک رُخ تو اس کی تربیتِ فکر اور دوسرا رُخ اس کی کمزور صحت نیز راگندگی کا شکار وہ معاشرہ تھا جس میں اس نے دن گزارے۔ فلاطنس کی صحت بے انتہا خراب تھی۔ وہ ضعفِ بصارت کے ساتھ ساتھ جذام میں بھی مبتلا تھا۔ نیز وہ زمانہ جس میں اُس نے عمر بسر کی، دورِ طوائف الملوکی تھا اس کی پیدائش سے کچھ پہلے رومۃ الکبریٰ کی فوج بادشاہ گر بن چکی تھی اور جسے چاہتی تھی انعام دے کر بادشاہ بنا دیتی تھی۔ ظاہر ہے کہ ایسے دور میں فلسفی فلاطنس جسم و جسمانیت کی یہی تعلیم دے سکتا تھا کہ جو لوگ دنیا میں پھنسے ہوئے ہیں وہ تو جسم کی توانائی اور خوب صورتی کو بھی حاصلِ زیست سمجھتے ہیں اور دولت و حکومت کو بھی لیکن جو لوگ نیک ہیں اور انہیں یہ چاروں باتیں حاصل ہیں تو وہ ان کو اتنا بے کار سمجھتے ہیں کہ ان کو کم کرنے کی کوشش کرتے ہیں نیکو کار انسان اپنی تندرستی کی طرف سے غافل تو نہیں ہوتا مگر اس کی یہ خواہش ضرور ہوتی ہے کہ "وہ کبھی کبھی بیمار پڑے ..... تاکہ اُسے جسم سے ضرورت سے زیادہ محبّت نہ ہو"

فلاطنس کے بقول روح کی نجات کے لئے امر لابدی ہے کہ وہ اس رجس سے پاک ہو جائے جو اُسے مادّی خواہشات اور خیالات سے حاصل ہوئی تھی۔ اس نجاست سے طہارت اسی طرح ممکن ہے کہ روح عقلِ اوّل کی ہو کر رہ جائے اور مادّی خواہشات و خیالات سے کوئی سروکار نہ رکھے ۵۱

طالب صفوی کے بقول فلاطنس کا یہ معجونِ مرکّب فلسفہ ایک ایسا مائدہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لذتِ درد ہے۔ جس سے مشرق و مغرب کے ان تمام طریقوں کا کام بقدر لب و دنداں نکلا جو تیسری صدی عیسوی کے بعد معرض وجود میں آئے اور جن کا دارومدار حقیقتہً فلسفے پر نہیں بلکہ وجدان پر ہے ۱۷ اس سے صوفیائے کرام کے اصحابِ صحو کا کام بھی نکلا ہے اور اصحابِ سکرہ کا بھی ۲۷ اس قول کی روشنی میں حقیقت کچھ اس طرح ظاہر ہوتی ہے کہ رہبانیت پسندوں پر افلاطون کے تصوّرات کی جو چھاپ نظر آتی ہے وہ دراصل نو افلاطونیت کے سانچے کی ڈھلی ہوئی ہے۔

اس باب میں لفظ "تصوّف" کا استعمال بھی وضاحت طلب ہے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اقبالؔ تصوّف کو بھی مسلکِ گوسفندی اور طریق از کار رفتگاں سمجھتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کیونکہ اقبالؔ کی نظم و نثر اور زیر نظر مثنوی ہی میں ایسی کئی مثالیں نظر آتی ہیں جو حقیقی تصوّف اور سچے صوفی کے مقام کی رفعت ظاہر کر دینے کے لئے کافی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ سچے مسلمان صوفی وہ بزرگانِ دین تھے جنہوں نے نو افلاطونیت کے بخلاف رہبانیت یا ترکِ دنیا سے اجتناب کیا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ کچھ نگاہیں ان کی شانِ فقر اور رہبانیت کا فرق دیکھنے سے قاصر رہی ہوں "یہ انصار صفت درویش اور قلندر جن کے نہاں خانۂ دل میں اللہ کی محبت کے بعد اگر کسی کی محبت تھی تو وہ اس کے رسول اور نبیؐ تھے۔ اُن کو اپنے رسول اور نبیؐ کا بتایا ہوا یہ سبق ہمیشہ یاد رہتا تھا کہ عاشق اپنے معشوق اور محبوب کا رنگ ڈھنگ اختیار کرتا ہے (تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللہ) اس کو اپنے محبوب کی خصلتوں سے بھی ایسا ہی عشق ہوتا ہے جیسا اپنے محبوب سے ۳ء خود ہادی برحق

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

حضور نبی کریمؐ ہدایت کرنے سے پہلے اللہ کی خصلتیں اپنے اندر پیدا کر چکے تھے۔ لہٰذا ان بزرگانِ دین کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی تھی کہ وہ حضور نبی کریمؐ کی تقلید کریں اور اتباعِ سنّتِ نبوی کا معیاری نمونہ بن کر دکھائیں۔ اب رہا یہ سوال کہ حضورؐ کی سنّتِ مبارکہ کیا ہے؟ تو اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ ترکِ دنیا یا رہبانیت حضورؐ کی سنّت یقیناً نہیں ہے۔

اقبالؔ رسمی تصوّف سے اسی لئے بیزار ہیں کہ وہ زندگی سے گریز سکھاتا ہے۔ وہ افلاطونی اعیانِ ثابتہ، شہود اور اس متصوفانہ فلسفۂ حیات کو جو اس پر مبنی ہے غیر اسلامی اور وہم پرستی قرار دیتے ہیں نیز یونانی تصوروں اور ان کے اجتماعی متعلقات کو جامد اور سکونی خیال کرتے ہیں۔ کیوں کہ وہ عقل انسانی کیلئے چاہے کتنے ہی قابلِ قبول کیوں نہ ہوں لیکن بے حد تجریدی ہونے کے باعث جماعت کے تخلیقی قویٰ کو متحرک نہیں کر سکتے۔ [۱]

اقبالؔ معروضی تصوریت کے نمائندے ہیں جس کے رُو سے ذہن اور فطرت یا مادّے اور روح کا تناقض دُور ہو جاتا ہے۔ خارجی اور اندرونی حقیقت ایک دوسرے میں سموئی ہوئی رہتی ہے اور ان میں ایک قسم کا عملی تعلق ہوتا ہے جو ہر حالت میں قائم رہتا ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو افلاطونی اور نوافلاطونی نظامِ فکر کے خلاف اقبالؔ نے اپنی تصوریت کو حقائق کی ٹھوس بنیادوں پر قائم کیا ہے اور صورِ علمیہ یا عالمِ اعیان سے زیادہ عالمِ امکان کے حقائق و اسرار علم کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسی باعث وہ ان اصولوں سے اختلاف کرتے ہیں جو زندگی کے حقائق سے گریز سکھاتے ہیں اور حرکت و عمل کے بجائے سکون و

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جمود کی طرف راغب کرتے ہیں۔ وہ اس رہبانی نقطۂ نظر کے خلاف ہیں جو انسانی خواہشوں کو روحانی ترقی کا دشمن خیال کرتا ہے۔ خواہشوں کی تہہ میں جو زبردست قوتیں پوشیدہ ہوتی ہیں ان کو مٹانے کے بجائے ان میں روحانی ضبط سے ہم آہنگی پیدا کی جاسکتی ہے اور انہیں اعلیٰ مقاصد کے لئے وقف کیا جاسکتا ہے۔ خواہش اور ارادے کا ضبط بڑی نیکی ہے اور اخلاق اسی سے عبارت ہے۔

اقبال کے نزدیک کرامت کے افسانہ و افسوں سے زیادہ اہم ممکناتِ حیات کا اظہار ہے جو سعی و عمل اور عرفانِ ذات پر منحصر ہے اُن کے بقول:

تری نگاہ میں ہے معجزات کی دنیا ۔۔۔ مری نگاہ میں ہے حادثات کی دنیا
عجب نہیں کہ بدل دے اسے نگاہ تری ۔۔۔ بلا رہی ہے تجھے ممکنات کی دنیا [لہ]

ایک اور جگہ وہ یہ بھی بتاتے ہیں کہ اگر ذکرِ نیم شبی اور مراقبوں سے خودی کی نگہبانی نہ ہوتی ہو تو کچھ فائدہ نہیں۔

یہ حکمتِ ملکوتی یہ علمِ لاہوتی ۔۔۔ حرم کے درد کا درماں نہیں تو کچھ بھی نہیں
یہ ذکرِ نیم شبی یہ مراقبے یہ سرور ۔۔۔ تری خودی کے نگہباں نہیں تو کچھ بھی نہیں [ٹہ]

تصوف کے خیالات جو شاعری کے ذریعہ اسلامی ملکوں میں پھیلے اُن میں زندگی سے گریز کی یہی تعلیم تھی جو تنزل اور انحطاط کے زمانے میں پیدا ہو جاتی ہے۔ تاتاری حملے کے بعد اسلامی ملکوں میں جو عام مایوسی اور زندگی سے بیزاری پھیلی ہوئی تھی اس کی نسبت اقبال نے لکھا ہے کہ:

"یہ حیرت کی بات ہے کہ تصوف کی تمام شاعری مسلمانوں کے پولیٹکل انحطاط کے زمانے میں پیدا ہوئی اور یہی ہونا بھی چاہیے تھا۔ جس قوم میں طاقت و

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

توانائی مفقود ہوجائے جیسا کہ تاتاری یورش کے بعد مسلمانوں میں مفقود ہوگئی تو پھر اس قوم کا نقطۂ نگاہ بدل جاتا ہے۔ اُن کے نزدیک توانائی تحسین وجمیل سے ہوجاتی ہے اور ترکِ دنیا موجبِ تسکین ...... (اقبال نامہ ص۴۴-۴۵)

اقبال اس قسم کے تصوّف اور اس پر مبنی شعر وادب کے خلاف ہیں۔ وہ اس صحیح اسلامی تصوّف کے خلاف نہیں ہیں جو حرکت اور تغیّر کے اصول سے قوّت حاصل کرتا ہے اور جس میں بےعملی کے جمود کے بجائے عمل کی وہ خالص اور پاکیزہ ترین صورت ملتی ہے جو قرآنی تعلیم پر مبنی ہے۔ ۵۸

نواں باب

حقیقتِ شعر اور اصلاحِ ادبیاتِ اسلامیہ

سرود و شعر و سیاست کتاب و دین و ہنر — گہر ہیں ان کی گرہ میں تمام یک دانہ
ضمیر بندۂ خاکی سے ہے نمود ان کی — بلند تر ہے ستاروں سے ان کا کاشانہ
اگر خودی کی حفاظت کریں تو عین حیات — نہ کر سکیں تو سراپا فسون و افسانہ
ہوئی ہے زیرِ فلک اُمتوں کی رسوائی — خودی سے جب ادب و دیں ہوئے ہیں بیگانہ ۵۹

"کسی قوم کی روحانی صحت کا دارومدار اُس کے شعرا اور آرٹسٹ کی الہامی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صلاحیت پر ہوتا ہے۔ لیکن یہ ایسی چیز نہیں کہ جس پر کسی کو قابو حاصل ہو۔ یہ ایک عطیہ ہے جس کی خاصیت اور تاثیر کے متعلق اس کا پانے والا اس وقت تک تنقیدی نظر نہیں ڈال سکتا جب تک وہ اسے حاصل نہ کر چکا ہو۔ اس عطیئے سے فیض یاب ہونے والے کی شخصیت اور خود اس عطیئے کی حیات بخش تاثیر انسانیت کے لئے اہمیت رکھتی ہے۔ کسی زوال پذیر آرٹسٹ کی تخلیقی تحریک۔ اگر اس میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ اپنے نغمے یا تصویر سے لوگوں کے دلوں کو لُبھا سکے، قوم کے لئے اٹیلا یا چنگیز خاں کے لشکروں سے زیادہ تباہ کُن ثابت ہو سکتی ہے۔ لہ

رسولِ کریمؐ نے امراء القیس کے متعلق جو قبل اسلام کا سب سے بڑا شاعر گزرا ہے فرمایا تھا :

اشعر الشعراء و قاید ہم فی النّار یعنی وہ شاعروں کا سردار ہے۔ لیکن جہنم کی راہ پر وہی ان کا رہبر ہوگا"

مرئی کو اس کا موقع دینا کہ وہ غیر مرئی کی تشکیل کرے اور فطرت کے ساتھ ایسا تعلّق قائم کرنا جسے سائنس کی زبان میں مطابقت یا توافق کہتے ہیں۔ دراصل یہ تسلیم کرنے کے مترادف ہے کہ فطرت نے روحِ انسانی پر غلبہ پالیا۔ انسانی فطرت کا راز یہ ہے کہ فطرت کے مہیجات کے خلاف مقاومت اختیار کی جائے نہ کہ اُن کے عمل کے سامنے اپنے آپ کو اُن کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا جائے۔ جو کچھ موجود ہے اس کی مقاومت اس واسطے کرنی چاہیئے کہ جو موجود نہیں ہے اس کی تخلیق ہو۔ ایسا کرنا صحت و زندگی سے عبارت ہے۔ جو آرٹسٹ زندگی کا مقابلہ کرتا ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وہ انسانیت کے لئے باعثِ برکت ہے"۔ ۱ھ

"آرلسٹ کی بدولت فطرت کے مہمل طومار میں ترتیب و معنی پیدا ہوتے ہیں۔ آرٹسٹ کی زندگی دو دنیاؤں میں بسر ہوتی ہے ایک اُس کے تخیل کی دنیا اور ایک خارجی عالم فطرت۔ اصلی آرٹسٹ خارجی عالم کی چمک دار سطح کی نقالی کو اپنے لئے ننگ سمجھتا ہے۔ بخلاف اس کے وہ اس کی پُر اسرار روح کو جذب کرنا چاہتا ہے۔ فطرت نقل کے لئے نہیں بلکہ توجیہہ کے لئے ہے۔ کائنات اظہار و توجیہہ کی منتظر ہے اور شاعر اس کام کو انجام دیتا ہے"۔ ہر بڑے شاعر کے کلام کی تہہ میں آرٹ کا ایک مخصوص تصور کارفرما ہوتا ہے جو بڑی حد تک اس کے کائنات کے تصور کے تابع ہوتا ہے۔ اس کے نزدیک آرٹ خودی کے اظہار کا وسیلہ ہوتا ہے۔ وہ آرٹ جس میں خودی باقی نہیں رہتی کوئی مستحسن چیز نہیں۔ "آرلسٹ اپنے آرٹ کے ذریعے زندگی کے اظہار کا آرزو مند ہوتا ہے"۔ آرٹ زندگی سے علیحدہ کوئی قدر کی چیز نہیں اس لئے آرلسٹ کے لئے ضروری ہے کہ وہ زندگی کا دور سے تماشا کرنے پر اکتفا نہ کرے بلکہ اس کی دوڑ دھوپ میں خود بھی شریک ہو۔ جو آرلسٹ زندگی سے دور ہے اُس کی تخلیق لازمی طور پر مصنوعی بے جان اور غیر حقیقی ہوگی ۲ھ

اس باب میں اقبال نے شاعر کے سینے کو تجلی زارِ حسن کہا ہے۔ ان کے بقول شاعر کی نگاہ سے خوب، خوب تر بنتا ہے، اس کے آب و گل میں بحر و بر اور اس کے دل میں سینکڑوں جہانِ تازہ پوشیدہ ہوتے ہیں۔ البتہ زوال پذیر قوموں کے شاعر ذوقِ حیات سے عاری ہونے کے باعث اپنے فن و ادب کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

افیم سے قوم کے اعصاب کو مفلوج کر دیتے ہیں اور اُن کی جادوگری سے قوم میں موت کو زندگی سمجھ لیتی ہیں۔ اقبال ہر فن کار اور بالخصوص مسلمان فنکاروں کو ہدایت کرتے ہیں کہ انہیں اپنی گرہ کے نقد سخن کو زندگی کی کسوٹی پر جانچنا چاہیے اور اس کی پرکھ کے لئے خودی کو معیار رہنا چاہیے تاکہ ادب میں فکر صالح نمودار ہو۔ اس مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے وہ ملت کے فن کاروں کو چمن زارِ عجم سے نکل کر ریگ زارِ عرب میں جانے کا مشورہ دیتے ہیں تاکہ وہاں زندگی کی دوڑ دھوپ میں شریک ہو کر وہ اصلی۔ جان دار اور نیک ادب کی تخلیق کر سکیں۔

دسواں باب

تربیتِ خودی کے تین مرحلے ہیں۔ پہلے کا نام اطاعت دوسرے کا ضبطِ نفس اور تیسرے مرحلے کا نام نیابتِ الٰہی ہے

خودی کی پرورش و تربیت پہ ہے موقوف — کہ مشتِ خاک میں پیدا ہو آتشِ ہمہ سوز
یہی ہے سرِّ کلیمی ہر اک زمانے میں — ہوائے دشت و شعیب و شبانیِ شب و روز

قرآن مجید کے الفاظ میں آزاد شخصیت کے عطیئے کو امانت کہا گیا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جو آسمانوں زمین اور پہاڑوں کو پیش کیا گیا تھا لیکن وہ اس کے وقر و جلالت کے متحمل نہ ہو سکے البتہ انسان کے حوصلے نے یہ ذمہ داری قبول کر لی اور تبھی اُسے وہ سنگین اور صبر آزما غرشات و مصائب قبول کرنا پڑے جو اس امانت سے متعلق ہونے کے باعث المیۂ حیات کو گہرا کر دیتے ہیں مگر انہیں کے رو بہ رو یہ بھی ممکن ہوتا ہے کہ انسان کی قوت کے ممکنات، آزمائش کی راہ پر رنگ کر نشو و نما پا سکیں۔ اس طرح حیات انسان کو جملہ مخلوقات میں بلند ترین درجہ دیتی ہے یعنی اُسے زمین پر اللہ کا خلیفہ بنا دیتی ہے ۱؎

دنیا کے سب ہی بڑے بڑے مفکروں کی طرح اقبال کا خیال بھی یہی ہے کہ فرد کی قوت کے ممکنات آزادی کے ماحول ہی میں ظاہر ہو سکتے ہیں۔ خالقیت جو انسان کا بلند ترین وصف ہونے کی وجہ سے اسے اللہ کے قریب لے آتی ہے اور ایجادیت جو ہر ترقی پسند تبدیلی کی پہلی شرط ہے اپنے پھولنے پھلنے کے لئے آزادی کا ماحول چاہتی ہے لیکن خود سری اور آزادی میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اقبال آزاد شخصیت کو بے مہار شخصیت نہیں سمجھتے چنانچہ وہ جہاں مرد حُر کی تعریف یہ بیان کرتے ہیں کہ:

دم بدم نو آفرینی کار حُر   نغمہ پیہم تازہ ریزد تار حُر
فطرتش زحمت کش تکرار نیست   جادۂ او حلقۂ پرکار نیست ۲؎

وہیں یہ بھی بتا دیتے ہیں کہ شخصیت جب تک تربیت کے مرحلوں سے نہیں گزرتی خالقیت اور ایجادیت کی طرف مائل نہیں ہو سکتی بہ الفاظ دگر تربیت نا یافتہ شخصیتیں اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار نہیں لا سکتیں اقبال کے بقول

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آدمی کا نفس، خود بیں اور اونٹ کے مانند ہے جو خود سر اور خود پرست ہوتا ہے لیکن اس کی مہار قابو میں رہ سکتی ہے اگر ایسا ہو تو یہی نفس خدمت شعار اور محنت کش بن کر صبر و استقلال کے ساتھ زندگی کے صحرائے پر آشوب سے گزرتا ہوا انسان کو نیابتِ الہٰی کی منزل تک پہنچا دیتا ہے یعنی اس منزل پر لے آتا ہے جہاں انسان خالقیت اور ایجادیت کی کاریگری کے ذریعہ اپنی صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کرتا ہوا منشائے ربانی سے ہم آہنگ ہو کر کائنات کی تکمیل و تزئین کے عمل میں حصہ لیتا ہے اور خود کو "اللہ کا خلیفہ" ثابت کر سکتا ہے۔ اس منزل تک پہنچنے کے لئے جس تربیت کی ضرورت ہے اس کا پہلا مرحلہ اطاعت ہے۔

اطاعت

اختیار کی منزل جبر کو گلے لگائے بغیر نہیں ملتی۔ بظاہر اس قول سے خودی کی نفی کا پہلو نکلتا ہے لیکن حقیقتاً ایسا نہیں ہے۔ اس میں شک نہیں کہ آدمی کو وہ جبر کبھی قبول نہیں کرنا چاہیے جو اُسے کسی اقتدارِ اعلیٰ کے مفادات کا غلام بنا دے لیکن اقبال جس جبر کو پسند کرتے اس کا دوسرا نام ربّ العالمین کے بنائے ہوئے آئین کا پابند ہونا ہے جس کی ہر دفعہ لامحالہ آدمی کو خود شکن قوتوں کے پنجے سے نکال کر نیابتِ الہٰی کے منصب پر فائز کرتا ہے۔ اس جبر کو اپنانا آدمی کے اختیار میں ہے کیونکہ اللہ کے عدل کی شان یہ ہے کہ وہ اپنی اطاعت کیلئے بھی کسی کو استبدادی انداز سے مجبور نہیں کرتا اس لئے کسی خودی کے مضمحل ہونے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اس کے ساتھ ساتھ خودی کی یہ ادا بھی قابلِ غور ہے کہ :-

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خودی کی شوخی و تندی میں کبر و ناز نہیں
جو ناز بھی ہو تو بے لذّتِ نیاز نہیں[1]

کائنات کی ہر شے دینِ فطرت کی پابند ہے یہاں تک کہ :-

سبزہ بر دینِ نمو روئیدہ است
پائمال از ترکِ آں گردیدہ است[2]

اس حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے اقبال کا خیال ہے کہ آدمی کی شخصیت دینِ فطرت یعنی اسلام کے دستور پر عمل کرنے سے ہی محفوظ رہتی ہے اور ترقی کر سکتی ہے لہٰذا وہ ہدایت کرتے ہیں کہ :-

شکوہ سنج سختیِ آئیں مشو
از حدودِ مصطفٰے[3] بیروں مرو[4]

ضبطِ نفس

تربیتِ خودی کی راہ میں دوسرا مرحلہ ضبطِ نفس کا ہے اس مرحلے پر اطاعتِ آئینِ ربانی کے احساس و شعور کے تحت نفس کے خودسر تقاضے نظم و ضبط کی حدود میں آجاتے ہیں جسم پروری کے لئے طمع اور خوف جن کی لاگ ڈانٹ آدمی کو ہر وقت گمراہ کرنے پر آمادہ رہتی ہے رفتہ رفتہ اس کے راستے سے دور ہو لیتے ہیں کیونکہ جیسا درجہاں ان کی پرورش ہوتی ہے۔ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی حیات پرور قوتیں اس کی مدد کو آجاتی ہیں اور آدمی کے قدم صراطِ مستقیم پر جمے رہتے ہیں اس طرح خودسری اور خودپرستی پر مائل اس کا نفس مستقل مزاج محنت کش اور صابر بن

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جاتا ہے۔ وہ نظم و ضبط کی حدود میں آکر ملنی خوشی بار فرائض اٹھاتا ہے اور
ایک عالم سرخوشی میں آگے بڑھتے بڑھتے نیابتِ الٰہی کی منزل تک پہنچ جاتا ہے۔

نیابتِ الٰہی

اسلام کے مابعد الطبیعیاتی نظریات کی روشنی میں آدمی "نہ تو خدا کی اولاد سمجھا جاتا ہے اور نہ اس میں اللہ کے وجود کا کوئی جزو نظر آتا ہے۔ اسلام کی تعلیمات، اللہ اور آدمی کے درمیان جس گراں قدر نسبت کا اظہار کرتی ہیں اس کا نام "زمین پر اللہ کی نیابت" ہے یا قرآن مجید کے الفاظ میں یہ کہ آدمی اللہ کا خلیفہ ہے۔

یہ منصب آدمی کو بے وجہ نہیں ملا۔ قرآن مجید کے ارشاد کے بموجب چونکہ اللہ کی مخلوقات میں صرف آدمی ہی صاحب علم ہے اس لئے بس وہی اس لائق ہے کہ اس منصب پہ فائز ہو سکے۔

دراصل آدمی اپنے مزاج کے الماس ناتراشیدہ میں احساس و اختیار کے وہ پہلو رکھتا ہے جنہیں اطاعتِ آئینِ ربانی اور ضبطِ نفس، منشائے الٰہی کے مطابق تراش کر اسے اللہ کا نائب بنا دیتے ہیں اور تب چشم فلک اس کی یہ شان دیکھتی ہے کہ:-

نعرہ زد عشق کہ خونیں جگرے پیدا شد   حسن لرزید کہ صاحب نظرے پیدا شد
فطرت آشفت کہ از خاکِ جہانِ مجبور   خودگرے خودشکنے خودنگرے پیدا شد
خبرے رفت زگردوں بہ شبستانِ ازل   حذر اے پردگیاں پردہ درے پیدا شد

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آرزو بے خبر از خویش بہ آغوشِ حیات　　چشم وا کرد و جہانِ دگرے پیدا شد ۵۱

اقبال کے تصوّر کے بموجب "نائب اس زمین پر اللہ کا خلیفہ ہے۔ وہ انسانیت کا دورِ مقصود اور بہ اعتبارِ جسم و نفس طرّۂ حیات یعنی مکمل ترین الغو ہے، ہماری حیاتِ نفسی کی پراگندگی اس کے وجود میں سمٹ کر ہم آہنگی بن جاتی ہے۔ اس کی ہستی میں بلند ترین قوت کا رشتہ بلند ترین علم سے ہوتا ہے اور اس کی عقل و جبلّت نیز فکر و عمل گھُل مل کر ایک ہو لیتے ہیں۔ وہ شجرِ انسانیت کا آخری ثمر ہے جس کا وجود ارتقائے پُرمصائب کی تمام آزمائشوں کو حق بجانب قرار دیتا ہے۔ آخرالامر اُسے ہی ظہور پذیر ہونا ہے اور وہی نوعِ انسانی کا حقیقی حکمراں ہے۔ اس کی سلطنت زمین پر اللہ کی سلطنت ہے۔" ۵۲

اقبال عصرِ حاضر کے لئے اسی نائبِ الٰہی۔ اسی سوارِ اشہبِ دوراں اور فروغِ دیدۂ امکاں کے منتظر ہیں جس کا ظہور شورشِ اقوام کی خاموشی کا باعث ہوگا اور جو جنگ بازوں کو پیغامِ صُلح دے کر قانونِ اخوت کی روشنی میں زندگی کی نئی تعبیر پیش کرے گا۔ کیونکہ:۔

دنیا کو ہے اس مہدیِ برحق کی ضرورت
ہو جس کی نگہ زلزلۂ عالمِ افکار ۵۳

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

گیارہواں باب

شرحِ اسرارِ اسمائے علیِ مرتضےٰ رضؓ

اس باب کا موضوع حضرت علی رضؓ ابن ابی طالب کے ناموں کی تشریح ہے۔

اقبال کے بقول حضرت علی رضؓ اطاعتِ آئینِ الٰہی اور ضبطِ نفس کے مرحلوں سے گزر کر اس مرتبے پر پہنچ گئے تھے کہ اللہ نے انہیں "اپنا ہاتھ" اور حضور نبیِ کریمؐ نے "دروازۂ شہرِ علوم" فرمایا۔ ان کی ذات یداللّٰہی کی مظہر ہے۔ اسی وجہ سے وہ خیبر کے ناقابلِ تسخیر قلعہ کا دروازہ توڑ کر اُسے فتح کر سکے اور وہی حشر کے دن حوضِ کوثر پر پیاسوں کو سیراب کریں گے۔

اقبال کے تصور کے مطابق نفس کے سرکش تقاضے "خاک" یعنی مادے کی مخصوص سرشت کا نتیجہ ہیں۔ چنانچہ ان کو مطیع کرنے کے لیے جسم کے منہ زور مطالبات پر قابو پانا ضروری ہے۔ حضرت علی رضؓ نے چونکہ انہیں اپنے بس میں کر لیا تھا، اس لئے ان کا لقب ابوتراب (خاک کا باپ) ہے۔ اس یہی وہ مقام ہے جہاں آدمی مادی قوتوں کا آقا بن جاتا ہے اور ان سے جس طرح چاہے کام لے سکتا ہے۔ اس منزل پر پہنچ جانے کے بعد ہی وہ اپنی قوت کے ممکنات کا اظہار کر سکتا ہے اور اگر مزاجِ جہاں اس سے موافقت نہ کرے تو موجودات کی ترکیبِ کہن بدل کر انہیں اپنی مرضی کے مطابق ڈھال لیتا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

حضرت علی مرتضیٰؓ اسی اعجاز گر مقام پر پہنچ گئے تھے اور یہ انہیں کی ذات والاصفات تھی جس کے لئے ڈوبتے سورج کو وقت عصر تک واپس آنا پڑا تھا۔ اس واقعہ کو روایتوں میں "رجعتِ خورشید" یا "عودِ شمس" کا نام دیا گیا ہے[۱]

وہ چونکہ اقلیم تن کو فتح کر چکے تھے، اس لئے کرار اور خود دار تھے اور اسی لئے جہادِ زندگانی کے ہر میدان میں فتح ان کے قدم چومتی تھی۔

اقبالؒ کے بقول حضرت علی مرتضیٰؓ کی ذاتِ گرامی بہ اعتبار پیمانۂ حیات انتہائی تربیت یافتہ شخصیت کی حامل ہے اور ان کے ناموں کی اہمیت اور معنویت سمجھنے کے لئے زندگی کے رموز سے واقف ہونا ضروری ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بارھواں باب

حکایت

مرو کا ایک نوجوان حضرت سیّد مخدوم علی ہجویریؒ کی خدمت میں آیا اور دشمنوں کے ظلم کا شکوہ کیا۔

حضرت ابو الحسن علی بن عثمان بن علی الغزنوی الجلابی الہجویریؒ غزنی کے رہنے والے تھے۔ آخر عمر میں آپ کا قیام لاہور میں تھا۔ ۱۰۷۲ء سے ۱۰۷۶ء تک کے درمیان کسی سنہ میں وفات پائی۔ مزار مبارک لاہور میں ہے۔ آپ کی شاہکار تصنیف "کشف المحجوب" تصوّف پر قدیم ترین تصنیف سمجھی جاتی ہے جس کا منشاء تصوّف کے مکمّل نظام کو پیش کرنا اور دینیاتی معتقدات کو تصوّف کے ترقی یافتہ تصورات سے ہم آہنگ کرنا ہے۔ آپ نے اس تصوّر کی سختی سے مخالفت کی ہے کہ انسان کی شخصیت وجود باری میں ضم ہو کر معدوم ہو سکتی ہے۔ آپ کی تعلیمات کا مرکزی خیال شخصیت کی استقامت اور مضبوطی ہے[1]

اس باب میں یہی موضوع حکایت کے لطور پیش کیا گیا ہے۔ اگلے اوراق

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں وضاحت کے لیے دو حکایتیں اور بھی بیان کی گئی ہیں۔

اقبال استحکامِ خودی اور صلابتِ کردار کے نقیب ہیں اور ان کی حقیقت و اہمیت بہر طور ظاہر کرتے ہیں مثلاً:-

کہتے ہیں کبھی گوشت نہ کھاتا تھا معرّی[۱]
پھل پھول پہ کرتا تھا ہمیشہ گزر اوقات
اک دوست نے بھونا ہوا تیتر اُسے بھیجا
شاید کہ وہ شاطر اسی ترکیب سے ہو مات
یہ خوانِ تر و تازہ معرّی نے جو دیکھا
کہنے لگا وہ صاحبِ غفران و لزومات[۲]
اے مرغکِ بیچارہ ذرا یہ تو بتا تُو
تیرا وہ گنہ کیا تھا یہ ہے جس کی مکافات
افسوس صد افسوس کہ شاہیں نہ بنا تُو
دیکھے نہ تری آنکھ نے فطرت کے اشارات
تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات[۳]

ان تصورات کی روشنی میں اقبال پر سید ہجویری رح کا اثر نمایاں معلوم ہوتا ہے اور یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اقبال کے مخصوص نقاطِ فکر و نظر مغربی مفکرین بالخصوص نطشے کی دین نہیں ہیں۔ ان کے تصورات کو نطشے کا عطیہ کہنے کی غلطی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ اقبال اور نطشے کے چند میلاناتِ فکر میں قدرے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مشابہت نظر آتی ہے مثلاً :- (۱) دونوں افلاطون کی مذمت کرتے ہیں۔ (۲) دونوں کے خیال کے بموجب آدمی کی شخصیت کو تین مرحلوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ (۳) صلابتِ کردار کے موضوع کو دونوں نے ہیرے اور کوئلے کی کہانی سے واضح کیا ہے۔

اس مشابہت کے باوجود اقبالؔ اور نطشے کے تصورات میں کوئی میل نہیں کیونکہ نطشے افلاطون کو اس لئے بُرا سمجھتا ہے کہ افلاطون سقراط کا پیرو ہے اور سقراط کے پیش کردہ نظامِ فکر میں جبلّتوں کی رہنمائی کے بجائے عقل کے اشارات کو رہبر مانا گیا ہے جو نطشے کو پسند نہیں لیکن اقبالؔ کی نظر میں افلاطون کے تصورات اس لئے قابلِ مذمت ہیں کہ وہ حیات کے بجائے موت اور فعال زندگی کے بجائے رہبانیت کی طرف لے جاتے ہیں۔ شخصیت کی تربیت کے معاملے میں نطشے کے بقول آدمی کو تین مرحلوں سے گزرنا ہوتا ہے جن میں علی الترتیب اونٹ، شیر اور آدمی کے بچے کی خصوصیات ملتی ہیں لیکن اقبالؔ کی نظر میں یہ مرحلے اطاعتِ آئینِ الٰہی ضبطِ نفس اور نیابتِ الٰہی کے ہیں۔ اب لے دے کر ہیرے اور کوئلے کی کہانی باقی رہ جاتی ہے سو اس جرم کی پاداش میں کہ اقبالؔ نے اُسے دوہرا دیا ہے اس کے تصوّرات کو نطشے کا عطیہ کہہ دینا ایک استبدادی فتوے کے علاوہ کچھ نہیں۔

اس باب میں یہ دلچسپ حقیقت بھی ظاہر کی گئی ہے کہ خودی کی تربیت کیلئے عداوتوں اور مخاصمتوں کا ماحول مبارک اور مفید ہے کیونکہ اگر شخصیت کمزور نہیں ہے تو روکاوٹوں سے ہراساں نہیں ہوگی۔ چڑھتے دریا راستے کی چٹانوں کو نظر میں نہیں لاتے بلکہ آبشاریں بناتے اور بجلی کے ذخیرے مہیا کرتے ہوئے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آگے بڑھ جاتے ہیں۔ چوٹ کا ڈر اور شکوہ شیشے کو ہو تو ہو پتھر کو نہیں ہوتا لہٰذا اگر شخصیت بجوز محکم ہے تو دشمنی کے ماحول کو اپنے لئے سازگار بنا لیتی ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ :۔

ہر کہ دانائے مقاماتِ خودی است
فضلِ حق داند اگر دشمن قوی است[۱۵]

حکایت

اس چڑیا کی جو پیاس سے بیتاب تھی

(اس حکایت کا موضوع وہی ہے جو پچھلی حکایت کا تھا)

ہیرے اور کوئلے کے اجزائے ترکیبی یکساں

ہیرے اور کوئلے کی کہانی: ہوتے ہیں اس کے باوجود ہیرا قیمتی سمجھا جاتا ہے اور کوئلے کی قدر نہیں ہوتی۔ پچھلی دو حکایتوں کی طرح یہ کہانی بھی استحکامِ خودی اور صلابت کردار کی اہمیت کو واضح کرتی ہے۔ اقبالؔ سے پہلے نطشے نے ہیرے اور کوئلے کا مکالمہ تحریر کیا تھا جس کا ترجمہ حسبِ ذیل ہے :

"اتنے سخت کیوں ہو؟ انگیٹھی کے کوئلے نے ایک دفعہ ہیرے سے کہا: "کیا ہم قریبی رشتے دار نہیں ہیں؟

"تم اتنے نرم کیوں ہو؟ اے میرے بھائیو! میں تم سے پوچھتا ہوں کیا تم میرے بھائی نہیں ہو؟ اتنے نرم ایسے سپر انداز۔ اتنے خود سپرد کیوں ہو؟ تمہارے دل میں اتنا تردد اور گریز کیوں ہے؟ تمہاری نظر کا نصیب اتنا مختصر کیوں ہے؟

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جب تک تم یہ نہ چاہو گے کہ فضائے لیے زر دین جاؤ کیا تم کبھی کبھی میرے ساتھ کچھ تسخیر کر سکو گے ؟

اور اگر تمہاری سختی چمک نہ سکے گی کاٹ نہ سکے گی ٹکڑے ٹکڑے نہ کر سکے گی تو کیا تم کبھی بھی میرے ساتھ کچھ تخلیق کر سکو گے ؟ کیونکہ خالق تو سبھی سخت ہوتے ہیں تمہیں تو اس میں لطف آنا چاہیئے کہ صدیوں پر اپنا ہاتھ یوں جماؤ جیسے موم پر جماتے ہیں تمہیں تو اس میں لطف آنا چاہیئے کہ صدیوں کی منشاء پر اپنا نقش اس طرح کندہ کرو جیسے کانسی پر کیا جاتا ہے۔ کانسی سے زیادہ سخت" اس سے زیادہ شان دار کیونکہ صرف شان دار ہی پوری طرح سخت ہوتے ہیں۔

یہی فرمانِ جدید۔ اے میرے بھائیو! میں تم پر نافذ کرتا ہوں کہ سخت بن جاؤ"۔

تیرھواں باب

حکایتِ شیخ و برہمن اور مکالمہ گنگا و ہمالہ اس معنی میں کہ روایاتِ مخصوصِ ملیہ پر گرفت مضبوط رکھنے سے حیاتِ ملیہ کا تسلسل برقرار رہتا ہے۔

زیرِ نظر باب میں، مکالمہ شیخ و برہمن کے مطالعہ کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مضمون مثنوی رموزِ بے خودی میں بیان ہونا چاہیے تھا لیکن اسی باب کے دوسرے جزو یعنی مکالمہ گنگا و ہمالہ کے مطالعہ کے بعد یہاں اس کے مقام کی اہمیت اس اعتبار سے ظاہر ہو جاتی ہے کہ ملت کی مخصوص

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

روایات کا استحکام و احترام تسلسلِ حیاتِ ملّیہ ہی کے تحفّظ کا ضامن نہیں ہوتا بلکہ فرد کی خودی کو بھی محفوظ رکھتا ہے کیونکہ فرد بہرحال جماعت ہی کا ایک رکن ہوتا ہے۔

روایت کے معانی میں، پانی کھینچنا اور دوست کو پیش کرنا۔ اونٹ پر مشک باندھنا، رسّی بٹنا۔ دوسرے کے الفاظ دہرانا۔ رشتہ۔ تاریخ، تذکرہ۔ حدیث اور حکایت شامل ہیں لہٰذا ان کی روشنی میں "روایت" کسی مخصوص گروہِ انسانی کا وہ رویّہ معلوم ہوتی ہے جو وہ اپنے سماجی شعور کی تحریک پر مسلسل ظاہر کرنا پسند کرتا ہو۔ نیز ہر روایت کا آغاز حیات کی کسی نہ کسی قدرِ گراں کے تحفظ و اجراء کے لئے نظر آتا ہے۔ مثلاً عربوں کی روایتِ مہماں نوازی ہی کو لیا جائے تو اس کی تہہ میں "پانی کھینچ کر پیش کرنا" جھلکتا نظر آئے گا کیونکہ ایک صحرا نورد قبائلی معاشرے سے زندگی کا پہلا مطالبہ یہی ہو سکتا ہے کہ تپتے ہوئے ریگستان میں آدمی، دوست اور دشمن کا امتیاز کئے بغیر ہر پریشاں حال مسافر کو ایک کوزۂ آب پیش کر دے اور اس کی مدارات کو فرض سمجھے ورنہ ہر دشت پیما کا مقدّر پیاس سے تڑپ تڑپ کر مرنا ہوگا۔

اپنے منبع کے قریب سب ہی روایتیں صحت مند اور حیات پرور ہوتی ہیں لیکن اس سے دُور ہٹتے ہٹتے رسوم میں تبدیل ہو کر حیات کے مطالبے پورے کرنے کے بجائے اس کے راستے کی رکاوٹ بن جاتی ہیں اور ان کی عطا کردہ سرگشتگی انسان کے لئے دردِ سر بن جاتی ہے۔

روایت کے ضمن میں اکثر رسوم کا اندراج ہو جاتا ہے لیکن اقبال اُن کا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فرق جانتے ہیں اور اس باب میں ایک روایت کی طرف اشارہ کرکے انہوں نے کار روائی شناخت کے مرحلے کو آسان بھی کر دیا ہے ۔

ان کے خیال کے مطابق ملّتِ اسلامیہ کی روایات کے باب میں ترکِ رہبانیت سرِ فہرست ہے کیوں کہ ایک ملّت کے بطور مسلمانوں نے عقدۂ "بود و عدم" میں الجھنا کبھی پسند نہیں کیا اور نہ کبھی فعال زندگی سے دستبرداری کا رویّہ اپنایا ہے ۔ ان کی مخصوص روایت یہی ہے کہ طائفِ اوجِ سما ہونے کے بجائے وہ زمین کو چار چاند لگانے کی فکر میں رہے ہیں ۔ روایت کے صحیح خد و خال پہچاننے کے لئے یہ ایک مثال کافی ہے ۔

اس باب کا دوسرا حصّہ "مکالمہ گنگا و ہمالہ" ہے جس کے مطالعہ سے شبہ ہو سکتا ہے کہ اقبالؔ ان اشعار میں اپنے نظریۂ حرکت و عمل کے خلاف اظہارِ خیال کر رہے ہیں ۔ ایسا نہیں ہے ۔ ہمالہ اٹل ہونے کے باوجود بالیدگی سے عاری نہیں ہوا ۔ وہ بھی کسی سوزِ سعی و جہد سے جلا ہے تب کہیں اس کا سینہ مخزنِ لعل و گوہر بنا ۔ ایک خاموش جدّ و جہد کے نتیجے ہی میں اس کی ہستی کو یہ رفعت نصیب ہوئی ہے کہ اس کا دامن بسترِ مہ و پرویں ہو سکا ۔

ان اشعار سے یہ حقیقت البتّہ ظاہر ہوتی ہے کہ اگر حرکت اور سعی و عمل کا رُخ فرد کی شخصیت یا ملّت کی جمعیت کو پراگندہ کرکے اُسے کالعدم کر دینے کی طرف ہے تو ایسی کوشش بدنام کنندۂ نام جدّ و جہد ہے ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چودھواں باب

مسلمان کی حیات کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ ہے اور وہ جہاد جس کی محرّک ہوسِ ملک گیری ہو مذہبِ اسلام میں حرام ہے۔

اسکندر و چنگیز کے ہاتھوں سے جہاں میں
سَو بار ہوئی حضرتِ انساں کی قبا چاک
تاریخ اُمم کا یہ پیامِ ازلی ہے
صاحب نظراں نشۂ قوّت ہے خطرناک
اس سیلِ سبک سیر و زمیں گیر کے آگے
عقل و نظر و علم و ہنر ہیں خس و خاشاک
"لادیں" ہو تو ہے زہرِ ہلاہل سے بھی بڑھ کر
ہو دیں کی حفاظت میں تو ہر زہر کا تریاق[1]

کچھ حضرات کا خیال ہے کہ اقبال کی تعلیمات خوں ریزی اور ہلاکت آفرینی کا پیغام دیتی ہیں۔ اقبال شاہینیت یعنی چھین جھپٹ کے مبلغ ہیں اور طاقت کے بل پر بالادستی حاصل کرنے کا مشورہ دیتے ہیں بالفاظِ دگر وہ طبعاً فسطائی ہیں[2] اور مسلمانوں کو غیر مسلموں پر فقط شمشیر مسلّط دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ یہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خیال ایک بڑی غلط فہمی کا نتیجہ ہے اور اس غلط فہمی کا شکار وہ حضرات ہو جاتے ہیں جو اقبال کو نطشے کا مقلد سمجھتے ہیں ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ ان تمام بحثوں سے قطع نظر جو اس غلط فہمی کے ازالے کے لئے ہوتی رہتی ہیں' اسرارِ خودی کا یہ باب اور مذکورہ بالا چند اشعار ہی اقبال کو اس الزام سے بری کر دینے کے لئے کافی ہیں۔

یہاں ایک بار پھر نطشے اور اقبال کے نظریات کا فرق سامنے آ جاتا ہے جسے بیان کر دینا ضروری ہے۔

۱۔ اس میں شک نہیں کہ اقبال طاقت کو پسند کرتے ہیں لیکن وابستۂ دامانِ رحمۃ للعالمین اور وارفتۂ سوز و سازِ عشق ہونے کی وجہ سے وہ ظلم کو ناپسند کرتے ہیں جبکہ نطشے سرے سے رحم کی صفت کو قابلِ نفرت اور ظلم کو پسندیدہ سمجھتا ہے

۲۔ اقبال حلم و مروت اور صبر و رعایت کو پسند کرتے ہیں مگر عفوِ بے جا کے قائل نہیں اور نطشے! وہ حلم و مروت تو کجا کمزور کو جینے کا حق ہی نہیں دیتا

۳۔ اقبال شخصیت کو مظہرِ جمال و جلال دیکھنا چاہتے ہیں' لیکن نطشے کے بقول طاقت ہی مظہرِ حسن و خیر ہے اور ان دونوں فلسفیوں میں یہ فرق اس لئے ہے کہ:۔

اقبال حیات بعد الممات کے قائل ہیں اور نطشے اس کا منکر' نیز اقبال عاشق ذاتِ الٰہی ہیں اور نطشے ناواقفِ مقامِ کبریائی۔

نطشے کے تصورات کے بموجب "عظیم مقاصد" کیلئے اخلاقی قیود سے آزاد ہونا ضروری ہے۔ زنجیریں اتار پھینکنی چاہئیں' اقتدار سے باغی ہو جانا چاہئے' آج کی زندگی ہی کو زندگی ماننا چاہیئے اور اسے ہولناک جانتے ہوئے بھی اچھا سمجھنا چاہیئے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عظمت، قوت اور حسن کا راستہ کاٹنے والی ہر شئے کو تباہ کر دینا چاہیئے نیز گناہ، ضمیر، جہنم اور موت کے ڈر کا بھوت سر سے اتار دینا چاہیئے۔

نطشے کے بقول رحم دلی ایک بیماری ہے یا خود غرضی جد و جہد کے راستے کی رکاوٹ ہے اور اسی کے باعث (معاذ اللہ) خدا مر چکا ہے لہذا سختی وہ نیکی ہے جس کی قیمت بے قیاس ہے ؎

اس "فرمانِ جدید" کے پیشِ نظر یہ سمجھ لینا دشوار نہیں کہ نطشے کا فوق البشر یا مردِ کامل ایک غضبناک، ظالم، سادیت پسند؎ اور تخریب کار مہم جو ہے جس کی زندگی کا مقصد تخریب برائے تخریب کے علاوہ کچھ نہیں۔

اس کے برخلاف، اقبال کے نقطۂ نظر سے مردِ کامل یا مومن آئینِ ربانی کا پابند ہو کر حدودِ شریعت یعنی اخلاقی حدود میں رہتا ہے، وہ آج کی زندگی کے بعد ایک اور زندگی پر یقین رکھتا ہے اور خودی کو عشق و محبت سے مستحکم کرتا ہے۔ اس کا مردِ کامل، مغلوب نہ ہونے والا ایک خود شناس مرکزِ توانائی ہے جس کی خاص صفت حلم اور بردباری ہے وہ خدا کا منکر نہیں ہوتا بلکہ اس کا مقصد، زمین پر خدا کی سلطنت قائم کرنا ہے اور وہ طاقت بھی اسی لئے پسند کرتا ہے کہ اپنے اس مقصد کے راستے کی ہر رکاوٹ کو آسانی سے دور کر سکے؎ وہ کبھی مسرت کے حصول کے لئے جلتے سلگتے شہروں میں بانسری بجانا پسند نہیں کرتا بلکہ صرف اُسے نابود کرتا ہے جو ناقابلِ اصلاح ہو چکا ہو۔ اقبال کے مردِ مومن کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے کیونکہ وہ غالب اور کارکشا ہوتا ہے۔ وہ دلِ بے نیاز رکھتا ہے۔ اس کی اُمیدیں قلیل اور مقاصد جلیل ہوتے ہیں اور اس کی شان یہ ہوتی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہے کہ :-

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن [۱۱]

ان اشارات کی روشنی میں اقبال اور نطشے کے افکار میں کوئی قابلِ ذکر مطابقت تلاش کرنا بے سود ہے اور یہ کہنا کہ اقبال فسطائیت پر مائل تھے۔ اقبال اور فسطائیت دونوں سے بے خبر ہونے کی دلیل ہے۔

اس باب کے عنوان میں اقبال نے واضح کر دیا ہے کہ اسلام کی تعلیمات کے بموجب ملک گیری اور کشورکشائی کی ہوس پوری کرنے کے لئے میدانِ جنگ آراستہ کرنا حرام ہے۔ ایسی جنگوں کو جہاد نہیں کہا جا سکتا۔ اُن کے بقول تو حقیقت یہ ہے کہ :-

گر نہ گردد حق ز تیغ ما بلند　　　　جنگ باشد قوم را نا ارجمند

ان اشعار میں شہاب الدین شاہجہاں کا ذکر کیا گیا ہے [۱۲] شاہجہاں، دکن کی جنگوں میں فتح یاب ہونے کے لیے، حضرت میاں میرؒ سے دعا کا طلب گار ہوا تھا لیکن حضرت شیخ نے اسے دعا دینے کے بجائے یہ بتایا کہ وہ اپنی ہوسِ ملک گیری کو آرزوئے جہاد کہہ کر غلط فہمی اور خود فریبی میں مبتلا ہے۔ اقبال بھی اس قسم کے "مجاہدات" کی تبلیغ نہیں کرتے، انہیں خودکشی کے مترادف سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ان کا قول ہے کہ :-

ہر کہ خنجر بہرِ غیر اللہ کشید
تیغ او در سینۂ او آرمید [۱۳]

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پندرھواں باب

میر نجات نقش بند المعروف بہ بابائے صحرائی کی نصیحت جو ہندوستان کے مسلمانوں کیلئے تحریر کی گئی۔

زندگی کچھ اور شے ہے علم ہے کچھ اور شے
زندگی سوزِ جگر ہے علم ہے سوزِ دماغ

علم میں دولت بھی ہے قدرت بھی ہے لذت بھی ہے
ایک مشکل ہے کہ ہاتھ آتا نہیں اپنا سراغ

اہلِ دانش عام ہیں کم یاب ہیں اہلِ نظر
کیا تعجب ہے کہ خالی رہ گیا تیرا ایاغ

شیخِ مکتب کے طریقوں سے کشادِ دل کہاں
کس طرح کبریت سے روشن ہو بجلی کا چراغ

پروفیسر نکلسن کے بقول "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اقبال نے میر نجات نقش بند کا فرضی نام اپنے لئے ہی استعمال کیا ہے۔" ۵ :-

اس باب کا موضوع عقل و دل یعنی علم و عشق کی حقیقت ہے اقبال کے تصورات کے بموجب وہ علم جو عشق سے بیگانہ اور سوزِ دل سے عاری ہو حدودِ حس سے باہر نہیں جا سکتا۔ وہ ظاہری کو دیکھتا ہے باطن تک اس کی رسائی نہیں ہوتی۔ اسے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ سطح کے نیچے کیا ہے اسی لئے اس کے اندازے غلط اور فیصلے خطرناک ہوتے ہیں۔ اپنے قیامِ یورپ کے دوران ہی اقبال علم کے اس روپ کو دیکھ چکے تھے چنانچہ انہیں کہنا پڑا کہ :-

---

٭ یہ قول صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ اسلام آباد (پاکستان) کے قریب ایک مزار ہے جس پر مزار "بابائے صحرائی" لکھا ہوا ہے۔ راوی سید وقار الدین صاحب چاند پوری

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا[۱]

اس میں شک نہیں کہ یورپ اور امریکہ نے سائنس اور انجنیئرنگ کے طفیل اتنی ترقی کرلی کہ آج گوری قوم کے قدم چاند پر پہنچ گئے ہیں لیکن اس سچائی سے بھی انکار ممکن نہیں کہ انہی علم و ہنر نے صنعتی انقلاب[۲] کی گود میں اس سرمایہ دارانہ سامراج[۳] کو جنم دیا تھا جو دنیا کی بیشتر آبادی کو اپنا غلام بنا چکا ہے۔

عشق اور سوزِ دل سے بیگانگی کے باعث یہ علم و ہنر آدمی کی جگہ مشین کو دے چکے ہیں۔ اُن کے پروردہ نظام میں جو کچھ ہے مشین ہے بلکہ یوں کہا جائے تو نامناسب نہ ہوگا کہ آدمی بھی مشین بن گیا ہے، ایک جان دار مشین بن گیا ہے جسے جانور بھی نہیں کہا جاسکتا کیوں کہ جانور تو وفادار اور بامروّت ہو بھی سکتے ہیں لیکن :-

ہے دل کے لئے موت مشینوں کی حکومت
احساسِ مروّت کو کچل دیتے ہیں آلات[۴]

یہ جان دار مشینیں مل جُل کر نہیں رہ سکتیں۔ شانے سے شانہ ملا کر کام نہیں کرسکتیں، یہ صرف کچل سکتی ہیں، ٹکڑے ٹکڑے کرسکتی ہیں، پلیس سکتی ہیں۔

اس دور کی بڑی بڑی جنگوں کے جتنے میدان سجے ہیں، ان میں یہی تماشا نظر آیا ہے کہ بڑی مشینوں نے چھوٹی مشینوں پر قابو پاکر وحشتوں کے وہ وہ فرمان جاری کئے ہیں جن کی زد سے معاشرت و معیشت، سیاست و تجارت، مذہب و عقیدت کچھ بھی محفوظ نہیں رہا گویا نوبت بہ اینجا رسید کہ اقبال کے بقول دوزخیوں کو اپنی دوزخ اس جلتی سلگتی دنیا سے زیادہ اچھی محسوس ہونے لگی اور وہ کہہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اٹھے کہ :-

اس دیرِ کہن میں ہیں غرض مند پجاری — رنجیدہ بتوں سے ہوں تو آتا ہے خدا یاد
پوجا بھی ہے بے سود نمازیں بھی ہیں بے سود — قسمت ہے غریبوں کی فقط نالہ و فریاد
ہیں گرچہ بلندی میں عمارات فلک بوس — ہر شہر حقیقت میں ہے ویرانۂ آباد
تیشے کی کوئی گردشِ تقدیر تو دیکھے — سیراب ہے پرویز جگر تشنہ ہے فرہاد
یہ علم یہ حکمت یہ سیاست یہ تجارت — جو کچھ ہے وہ ہے فکر ملوکانہ کی ایجاد
اللہ ترا شکر کہ یہ خطۂ پرسوز — سوداگرِ یورپ کی غلامی سے ہے آزاد

اس کشت و خون کا انسانیت کی اصلاح سے دور کا واسطہ نہیں۔ یہ جنگیں تو نطشے کے مردانِ کامل نے اپنے اپنے مفاداتِ مخفیہ کے تحفظ کے لئے شروع کی تھیں جن کی آگ سے امن پسند اقوام کے کھیت کھلیان بھی محفوظ نہ رہ سکے۔ یہی ہونا بھی تھا کیونکہ عشق بیزار اور مروّتِ ناشناس علم و ہنر ایک مغلوب الغضب ۔ سادیت پسند، ظالم اور تعاون ناشناس سماج کو جنم دے کر اس کی پرورش کرنے پر مجبور رہیں۔

اقبال ایسے علم سے اس لئے بیزار ہیں کہ اسلام اس سے دست بردار ہونے کی ہدایت کرتا ہے۔ وہ صرف اس علم کو نوازتا ہے جس سے عشق و محبت، علم و مروّت اور برادری برابری کے جذبات فروغ پائیں۔

اقبال کے تصوّر کے بموجب علمِ مسلم دنیا کے لئے حرّیت، اخوت اور مساوات کی برکتیں لاتا ہے کیونکہ وہ علمِ اشیاء (سائنس) کا رشتہ دین سے قائم رکھتا ہے۔ لہٰذا اقبال علم و ہنر کو مائل بہ فتوحات ہونے سے پہلے سلامتی کے راستے سے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

واقف ہوتے دیکھنا پسند کرتے ہیں۔

اس باب کے تین حصے ہیں۔ پہلے میں استحکام خودی کی تلقین کرتے ہوئے علم اور عشق کا موازنہ پیش کیا گیا ہے اور تمثیل کے بطور صاحبِ حال حضرت شمس تبریزؒ اور اسیرِ قال مولانا جلال الدین رومیؒ[۵۱] کا وہ واقعہ بیان کیا گیا ہے جس نے مولوی کو عشق کی راہ پر لگا دیا۔

دوسرے اور تیسرے حصے میں اس تکلیف دہ حقیقت کا اظہار ہے کہ آج مسلمان بھی علم دین کو نظر انداز کرنے کے باعث صراطِ زندگی سے بھٹک گئے ہیں اور ان دنوں ان کا حال یہ ہے کہ:-

صوفی کی شریعت میں فقط مستیِ احوال
ملّا کی شریعت میں فقط مستیِ گفتار
شاعر کی نوا مردہ و افسردہ و بے ذوق
افکار میں سرمست نہ خوابیدہ نہ بیدار
وہ مردِ مجاہد نظر آتا نہیں مجھ کو
ہو جس کے رگ و پے میں فقط مستیِ کردار[۵۲]

لہٰذا اُن کے بقول یہ سوال قابلِ غور ہے کہ:-

چیست یاراں بعد ازیں تدبیرِ ما
رُخ سوئے میخانہ دارد پیرِ ما[۵۳]

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سولھواں باب

الوقتُ سیفٌ (وقت تلوار ہے)

جو تھا نہیں ہے۔ جو ہے نہ ہوگا یہی ہے اندازِ محرمانہ
قریب تر ہے نمود جس کی اسی کا مشتاق ہے زمانہ
مری صراحی سے قطرہ قطرہ نئے حوادث ٹپک رہے ہیں
میں اپنی تسبیحِ روز و شب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ
ہر ایک سے آشنا ہوں لیکن جدا جدا رسم و راہ میری
کسی کا راکب کسی کا مرکب کسی کو عبرت کا تازیانہ
نہ تھا اگر تو شریکِ محفل قصور میرا ہے یا کہ تیرا
مرا طریقہ نہیں کہ رکھ لوں کسی کی خاطر مئے شبانہ
مرے خم و پیچ کو نجومی کی آنکھ پہچانتی نہیں ہے
ہدف سے بیگانہ تیر اس کا نظر نہیں جس کی عارفانہ
(بالِ جبریل)

اقبال کے بارے میں عام خیال یہ ہے کہ اُن کا کارنامہ خودی کی تفسیر ہے۔ لیکن یہ اُن کے کارنامے کا ایک رُخ ہے۔ اس کا دوسرا رُخ ان کا تصورِ مکان و زماں ہے۔ یوں بھی اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ دونوں تصورات

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لازم ملزوم ہیں۔ عرفانِ خودی کے لیے عرفانِ زمانہ درکار ہے اور زمانے کو سمجھنے کے لیے عرفانِ خودی لہٰذا جہاں اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا کہ

خودی کی جلوتوں میں مصطفائی — خودی کی خلوتوں میں کبریائی
زمین و آسمان و عرش و کرسی — خودی کی زد میں ہے ساری خدائی[1]

وہیں زمانے کے اس دعوے کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ:۔

بستہ ہر تدبیر با تقدیر من — ناطق و صامت ہمہ نخچیر من
غنچہ اندر شاخ می بالد ز من — مرغک اندر آشیاں نالد ز من
دانہ از پرواز من گردد نہال — ہر فراق از فیض من گردد وصال
ہم عتابے ہم خطابے آورم — تشنہ سازم تا شرابے آورم
من حیاتم من مماتم من نشور — من حساب و دوزخ و فردوس و حور
آدم و افرشتہ در بند من است — عالم شش روزہ فرزند من است
ہر گلے کز شاخ می چینی منم — اُمّ ہر چیزے کہ می بینی منم
در طلسم من اسیر است ایں جہاں — از دمم ہر لحظہ پیر است ایں جہاں[2]

اقبال کے بقول "اسلامی تہذیب کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خالص ذہنی مسئلے ہوں یا مذہبی نفسیات یعنی اعلیٰ تصوف کے مسائل سب کا نصب العین اور مقصود یہی ہے کہ لا محدود کو محدود کے اندر سمو لیا جائے ظاہر ہے کہ جس تہذیب کا مطمحِ نظر یہ ہو اس میں زمان و مکان کا سوال دراصل زندگی اور موت کا سوال ہے"[3] زمانے کا دوسرا نام تقدیر ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

"زمانے کو جب عضوی کُل کی حیثیت سے دیکھا جائے تو قرآن کی زبان میں اسے تقدیر کہتے ہیں۔ لفظ تقدیر کی مسلمانوں کے یہاں اور غیر مسلموں میں بھی بالکل غلط تعبیر پیش کی گئی ہے۔

تقدیر زمانے ہی کی ایک شکل ہے جب کہ اس کے امکانات کے ظہور سے قبل اس پر نظر ڈالی جائے۔ یہ وہ زمانہ ہے جو سلسلۂ اسباب کے پھندے سے آزاد ہو چکا ہو اور فہم منطقی جس پر اپنی مخصوص شکل عاید کر دیتی ہے۔ مختصراً یوں کہہ سکتے ہیں کہ تقدیر وہ زمانہ ہے جسے ہم محسوس کرتے ہیں نہ کہ وہ جس کا ہم تفکر کرتے ہیں یا جس کا ہم حساب لگاتے ہیں۔ اگر آپ مجھ سے دریافت کریں کہ شاہ طہماسپ اور ہمایوں کیوں ہم عصر تھے تو میں اس کی کوئی علت پیش نہیں کر سکوں گا۔ اس کا جواب صرف یہی ہو سکتا ہے کہ فطرت کی ماہیت کا تقاضا ہی یہ تھا کہ مستقبل کے لامتناہی امکانات میں ہمایوں اور طہماسپ کی زندگیاں جو امکانات ہی سے عبارت تھیں ساتھ ساتھ وقوع پذیر ہوں۔

زمانے کو جب تقدیر خیال کیا جاتا ہے تو وہ اشیاء کی ماہیت بن جاتا ہے چنانچہ قرآن کریم میں ہے: خلق کل شیٔ وقدرہ تقدیرا۔ یعنی اللہ نے ہر چیز کو خلق کیا۔ پھر اس کے لئے ایک تقدیر یا اندازہ مقرر کیا۔[۲] لیکن کسی شے کی تقدیر کوئی بے درد نصیب نہیں جو باہر سے سخت گیر آقا کی طرح حکم چلا رہا ہو۔ یہ تو کسی شے کی داخلی گہرائی اور رسائی کا نام ہے۔ ان ممکن الحصول امکانات کا نام ہے جو اس کی فطرت کی گہرائی میں ہوتے ہیں اور کسی جبر کے بغیر اپنے آپ کو واقعیت میں مسلسل تبدیل کرتے رہتے ہیں لہٰذا "مستقبل" ہر فرد کیلئے ایک کشادہ میدانِ امکانات کے بطور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

موجود ہے ۔ یہ پہلے سے کسی مرتبہ اور محدود نظام وقت کی طرح نہیں پایا جاتا (کیونکہ) وقت یکساں لمحات کی تکرار کا نام نہیں جو شعوری مشاہدات کو وہم بنا ڈالتا ہو۔ یہ تو ایک تخلیق پرور کارکن ہے جو آزاد فعالیت نیز نشوونما کا میدان مہیا کرتا ہے[1]

اگر ہم ماضی، حال اور مستقبل کو وقت کیلئے لازمی قرار دے لیں تو ہمارے سامنے وقت کی تصویر ایک سیدھی شاہراہ کی سی ہوگی، جس کا کچھ حصہ گویا ہم طے کر آئے ہیں اور کچھ طے کرنا باقی ہے۔ اس وقت کا تصور ایک زندہ اور تخلیق پرور حرکت کے بطور سامنے نہیں آتا بلکہ ایک جامد امر مطلق کی طرح نظر آتا ہے جو پوری طرح صورت پذیر کائناتی واقعات کے منظم تعدد کا حامل ہو اور دیکھنے والے کے سامنے ان واقعات کو فلم کی تصویروں کی طرح مسلسل پیش کر رہا ہو[2]

اس میں شک نہیں کہ وقت کا ایک رخ یہ بھی ہے کہ :

سلسلۂ روز و شب نقش گرِ حادثات — سلسلۂ روز و شب اصلِ حیات و ممات
سلسلۂ روز و شب تارِ حریرِ دو رنگ — جس سے بناتی ہے ذات اپنی قبائے صفات[3]

لیکن دراصل :۔

تیرے شب و روز کی اور حقیقت ہے کیا — ایک زمانے کی رو جس میں نہ دن ہے نہ رات[4]

اقبال زمانے کی رو کو شب و روز سے مستغنی اور وقت کے مروجہ پیمانوں سے بے نیاز سمجھتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ہم جب وقت کے پیمانوں کی بات کرتے ہیں تو دراصل "زمان" کو "مکان" فرض کر بیٹھتے ہیں۔ یہ تصور غلط ہے۔ زمانہ تو بس ایک رو ہے یعنی ایک آزاد تخلیق پرور حرکت جس کا تجربہ ہمیں (شعوری طور پر) اپنی باطنی زندگی میں ہوتا ہے[5]

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

3784

ظاہر بیں نگاہیں اشیائے کائنات کی سطح کو دیکھ کر سکون و ثبات کے تانے بانے میں الجھ کر رہ جاتی ہیں اور زمانے کو مقید و محدود سمجھ بیٹھتی ہیں یا زیادہ سے زیادہ مظاہراتِ خلق میں تکرار اور اعادے کا تماشا دیکھتی ہیں، لیکن وجدان کو اس کے بخلاف ہر ذرّہ کائنات متحرک اور سیماب پا نظر آتا ہے جس کے باعث :-

ٹھہرتا نہیں کاروانِ وجود
کہ ہر لحظہ ہے تازہ شانِ وجود[۹۱]

زمانے کی آزاد اور تخلیق پرور رَو بڑی تیز جولاں، دور رس اور ازل سے ابد تک رم یک نفس ہے۔ یہ تخلیق طراز حرکت ہمیشہ تعمیر و تشکیل میں مصروف رہتی ہے کیونکہ :-

آرایشِ جمال سے فارغ نہیں ہنوز پیشِ نظر ہے آئینہ دائم نقاب میں[۹۲]

خودی اور زمانے میں گہرا ربط ہے۔ زمانے سے ہم عناں ہونے کے بعد ہی خودی شہسوارِ ابلقِ ایّام بنتی ہے کیوں کہ زمانے کی تخلیق پرور حرکت سے زور آزمائی خلافِ منشائے الٰہی ہے البتّہ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ جب کوئی مخصوص سلسلۂ روز و شب، کوئی ایک پیمانۂ لیل و نہار بذاتِ خود زمانے کے خلاف ہو جائے یعنی رجعت پسند ہو کر جامد اور غیر تخلیقی چلن اپنالے تو خودی اس کے خلاف صف آرا ہو جاتی ہے -

حدیثِ بے خبراں ہے کہ با زمانہ بساز
زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ ستیز[۹۳]

کا مفہوم یہی ہے اور اس شعر میں زمانے سے مراد ایسا ہی کوئی پیمانۂ لیل ونہار ہے -

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس باب کا عنوان "الوقت سیفٌ" حضرت امام شافعیؒ کا مقولہ ہے۔ امام موصوف آئمہ اربعہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ آپ کا نام ابو عبداللہ محمدؒ بن ادریس شافعی ہے اور آپ کا دورِ حیات ۱۵۰ھ سے ۲۰۴ھ تک رہا ہے۔ آپ حضرت امام مالکؒ کے شاگرد تھے اور فہم فقہ و حدیث میں کمال رکھتے تھے۔ شاعری۔ عروض و نحو۔ لغت اور تاریخ میں بھی کمال حاصل تھا۔ کہا جاتا ہے کہ علمِ نجوم بھی سیکھا مگر اس سے کام نہیں لیا۔

وقت کے رمز کو جاننے کے لئے اس باب میں مندرجہ ذیل دو حدیثیں بیان کی گئی ہیں۔

لی مع اللہ وقتٌ لا یسعنی فیہ نبیٌ مرسلٌ ولا ملکٌ مقربٌ

(مجھے ذاتِ باری کے ساتھ ایسا وقت نصیب ہوا کہ اس میں نہ نبی مرسل اور نہ مقرّب فرشتہ بار پا سکتا ہے) لہ

اس حدیث سے حضور نبی کریمؐ کے اس رتبے کا پتا ملتا ہے جب آنحضرتؐ زمانِ ربّانی کی ان وسعتوں میں پہنچ لئے تھے جہاں ماضی، حال اور مستقبل اس اکائی کے بطور سامنے ہوتے ہیں جسے ایک "اب" کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا اور جس میں دیکھنے والا جملہ ممکنات و واقعاتِ عالم کو بہ یک جنبشِ نگاہ دیکھ لیتا ہے۔

کسی اور نبیِ مرسل یا مقرّب فرشتے کا اس منزل تک پہنچنا اس لئے ناممکن کہا گیا ہے کہ زمانِ ربّانی کے ازدحامِ جلوہ کے روبرو از خود رفتہ نہ ہونا انتہائی مستحکم اور مکمل شخصیت کے علاوہ اور کس کے بس کی بات ہے۔ ایسی شخصیت حضور نبی کریمؐ کی ذات ہی تھی کیونکہ مولانا عبدالقدوس گنگوہی کے بقول یہ کارنامہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صرف حضورؐ ہی سے ظاہر ہوا ہے کہ معراج کی انتہائی بلندیوں اور وسعتوں تک پہنچنے کے باوجود آپ خود سے نہیں گزرے بلکہ اس ازدحامِ جلوہ میں اپنی انفرادیت برقرار رکھتے ہوئے اسی کارگاہِ عناصر اسی دنیائے آب و گل میں فیوضِ رسالت عام کرنے کیلئے واپس آگئے۔

حضرت امام شافعی رضؓ کے بقول "وقت تلوار ہے" جس کی کاٹ کا جواب نہیں لیکن تلوار حریف کو کاٹتی ہے وہ کوئی بے ہنر ہی ہوتا ہے جو اپنی تلوار سے خود زخمی ہو جائے متذکرہ بالا احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خود گیر شخصیتوں اور زمانے میں مخاصمت نہیں ہوتی ایسی حالت میں وقت کی تلوار اپنا قبضہ ان حضرات کو خود پیش کر دیتی ہے کبھی عصائے موسیٰ بن کر۔ کبھی اللہ کے چلائے ہوئے تیر کی شکل میں اور کبھی ذوالفقارِ حیدری کی صورت میں یہ تلوار اجرائے منشائے الٰہی کے لئے ان حضرات کی حلیف بن جاتی ہے۔

دوسری حدیث حسبِ ذیل ہے:

لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ فَاِنَّ الدَّهْرَ هُوَ اللّٰہ

زمانے کو بُرا مت کہو بے شک زمانہ اللہ ہے۔ ۵

اور مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث اس طرح موجود ہے۔

" وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰى يُؤْذِيْنِيْ اِبْنُ اٰدَمَ يَسُبُّ الدَّهْرَ وَاَنَا الدَّهْرُ بِيَدِيَ الْاَمْرُ اُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ۔

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ آدم کا بیٹا زمانے کو بُرا کہہ کر مجھ کو بُرا کہتا ہے حالانکہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

زمانہ میں ہی ہوں ۔ میرے ہی ہاتھ میں سب کچھ ہے میں ہی دن رات کو بدلتا رہتا ہوں ۔ (بخاری و مسلم) لہ

دُعا

اس ظاہر پرست دنیا میں دل کی بات کوئی نہیں سنتا ۔ دل، انسان کو واقعی انسان بنا کر عشق کے ذریعہ عقل کی چیرہ دستیوں پر قابو پانا چاہتا ہے لیکن اس کا مشورہ ہنس کر ٹال دیا جاتا ہے ۔ آدمیوں کے گروہ کے گروہ پتھروں کے ڈھیر معلوم ہوتے ہیں یا درندوں کے غول ۔ اس حالت میں گنے چنے دل والے ہر دروازے پر دستک دیتے نظر آتے ہیں، آوازیں لگاتے سنائی دیتے ہیں ۔ "لِللہ ہوش میں آؤ خود کو پہچانو، لیکن یہ آوازیں صدا بصحرا ہوتی ہیں ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دولتِ دل غارت کئے سب ایک دوسرے سے اجنبی بنے رہتے ہیں۔ ان اشعار میں اقبالؔ اسی احساسِ تنہائی کا شکار نظر آتے ہیں۔ وہ بھری محفل میں ایسے اکیلے ہیں جس کا کوئی رازدار نہیں کوئی غمگسار نہیں۔ اس حالت میں یہ دعا ان کے دل سے نکلی ہے جو ہر صاحبِ احساس کی دعا ہو سکتی ہے۔

خودی میں ڈوب زمانہ سے نا اُمید نہ ہو
کہ اس کا زخم ہے درپردہ اہتمامِ رفو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فردوس میں رومی سے یہ کہتا تھا سنائی

مشرق میں ابھی تک ہے وہی کاسہ وہی آش

حلاج کی لیکن یہ روائت ہے کہ آخر

اک مردِ قلندر نے کیا رازِ خودی فاش

(اقبال)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

Forwarded with Compliments
from the Department of
Culture Government of India

اسرارِ خودی

(اُردو)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دی شیخ با چراغ ہمی گشت گردِ شہر
کز دام و دد ملولم و انسانم آرزوست

زیں ہمرہانِ سست عناصر دلم گرفت
شیرِ خدا و رستمِ دستانم آرزوست

گفتم کہ یافت می نشود جستہ ایم ما
گفت آنکہ یافت می نشود آنم آرزوست

(مولینا جلال الدین رومیؒ)

کل، شیخ چراغ لیے شہر کے گرد گھوم رہا تھا اور کہتا تھا "میں وحشیوں اور درندوں سے تنگ آگیا ہوں۔ مجھے انسان کی آرزو ہے۔

ان تھکے ہارے ساتھیوں سے تو میرا دل اکتا گیا
مجھے شیرِ خدا اور رستمِ دستاں کی آرزو ہے
میں نے کہا وہ تو نہیں ملتا، ہم اسے تلاش کر چکے
اُس نے کہا۔ جو نہیں ملتا اسی کی تو مجھے آرزو ہے"

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسرارِ خودی

تمہید

نیست در خشک و ترِ بیشۂ من کوتاہی
چوبِ ہر نخل کہ منبر نہ شود دار کنم

(نظیریؔ نیشاپوری)

لُٹ گئے جب لیلیِ شب کے گہر — میرے اشکوں سے ہوئے گُل خوبتر
میرے آنسو خوابِ نرگس لے اڑے — جاگ اٹھا سبزہ مری فریاد سے
ہے مرے زورِ سخن سے باغباں — بو کے مصرعے لے سکا تیغِ زباں
باغ میں جب میرے آنسو بو دیئے — آہوں کے پیوند پودوں کو دیئے
ذرہ ہوں سورج میں ہے تابش مری — مجھ میں گھٹتا ہوا گویا اک ایں کئی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خاک میری رشکِ جامِ جم بھی ہے — ممکناتِ خلق کی محرم بھی ہے
صید میرے فکر نے وہ بھی کیا — آہوئے معنیٰ جو نازائیدہ تھا
بے اُگا سبزہ مرے گلشن میں ہے — پھول جو نکلا نہیں دامن میں ہے
میں نے بزمِ نغمہ کو برہم کیا — چھیڑ کر تارِ رگِ عالم ذرا
سازِ فطرت ہے مرا نادر نوا — دوست اس نغمے سے ہیں ناآشنا
میں جہاں میں مہرِ نوزائیدہ ہوں — رسم و آئینِ فلک نادیدہ ہوں
تارا میری تاب سے چمکا نہیں (۱) — بے قرار اب تک مرا پارا نہیں
بحر پر رقصِ ضیا میرا کہاں — کوہ پر رنگِ حنا میرا کہاں
میری خوگر کب ہے چشمِ ہست و بود — مجھ کو لرزا دیتا ہے خوفِ نمود
صبح میری ہو گئی اور شب کٹی — ہے گُلِ عالم پہ اب شبنم نئی
انتظارِ صبح خیزاں ہے مجھے — اب پجاری خوش ہو میری آگ کے
بے نیازِ زخمہ اک نغمہ ہوں میں — ہاں نوائے شاعرِ فردا ہوں میں
ہے یہ دَورِ امرا سے نا آشنا — میرا یوسف کب ہے اس بازار کا
کچھ نہ کر پائیں گے یارانِ قدیم — طُور ہے روشن مرا آئیں کلیم
مثلِ شبنم بحرِ یاراں بے خروش — میری شبنم ہے مگر طوفاں بدوش

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میرے نغمے کا جہاں ہی اور ہے — اس جرس کا کارواں ہی اور ہے

اے بسا شاعر جو مر کر جی گئے — ق — زندہ ہم کو کر گئے خود چل بسے

پھر عدم سے مایۂ ہستی لیئے — اپنے مرقد سے مثالِ گُل اُگے

گزرے اس صحرا سے لاکھوں قافلے — چُپکے چُپکے راہ پر چلتے رہے

میں ہوں عاشق بندہ ہوں ایمان کا — شورِ محشر پیش خدمت ہے مرا

تار سے زائد ہے کہ نغمہ مرا — ٹوٹے میرا ساز مجھ کو خوف کیا

قطرہ طوفاں سے مرے بیگانہ ہو — خوب لیکن بحر تو دیوانہ ہو

کیسے آئے میرا دریا نہر میں — میرے طوفاں کو سمندر چاہییں

جو کلی کھِل کر نہ گلشن بن سکی — مجھ سے نم یابی کے شایاں ہی نہ تھی

میری جاں میں بجلیاں ہیں محوِ خواب — کوہ صحرا میری جولانی کے باب

میرا دریا لے اگر صحرا ہے تو — برق مجھ سے لے اگر سینا ہے تو

دے دیا ہے چشمۂ حیواں مجھے — زندگی کے راز مجھ کو مل گئے

دیکھ اعجاز اس نوا کے سوز کا — ذرّہ ذرّہ جس سے جگنو بن گیا

راز جو کہتا ہوں وہ کس نے کہے — کِس نے یوں موتی پروئے فکر کے

چاہتا ہے سرِّ عیشِ جاوداں — آ کے مجھ سے لے زمین و آسماں

راز جو گردوں نے مجھ کو دے دیئے — میں چھپا سکتا نہیں احباب سے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ساقیا اٹھ جام کو صہبا سے بھر　　کاوشِ ایام دل سے دور کر
آبِ زمزم سے کھنچی مے چاہیے　　جو گدا کو ہمسرِ جم کر سکے
فکر جس سے ہو سکے ہشیار تر　　دیدۂ بیدار ہو بیدار تر
اعتبارِ کوہ دے جو کاہ کو　　شیر کی قوت دلِ روباہ کو
خاک کو اوجِ ثریا دے سکے　　قطرے کو پہنائے دریا دے سکے
جس سے خاموشی میں شورِ حشر اٹھے　　ٹپکے خون باز پائے کبک سے
لا مجھے ساقی شرابِ ناب دے　　ظلمتِ اندیشہ کو مہتاب دے
سوئے منزل لے چلوں آوارہ کو　　مضطرب کر دوں دلِ نظارہ کو
جستجوئے نو سے ہو کر گرم رو　　روشناسِ آرزوئے نو بہ نو
بن سکوں ہے نورِ چشمِ اہلِ ذوق　　گوشِ عالم کے لیے آوازِ شوق
اور سخن کی قدر بالا کر سکوں (۱) خشک سبزہ آنسوؤں سے تر کروں
پیش کرتا ہوں بہ فیضِ پیرِ روم　　آشکارا کر کے اسرارِ علوم
وہ گدازِ جاں کے ہیں سرمایہ دار　　ہیں فروغِ یک نفس مثلِ شرار
شمع ہی لپکی مرے پروانے پر　　مارا شب خوں مے نے اس پیمانے پر
خاک کو اکسیر رومی نے کیا　　سوز میری گرد کو وہ دے دیا
ذرہ خاکِ دشت سے رخصت ہوا　　تاکہ حاصل ہو شعاعِ مہر کا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اب میں اُن کے بحر کی اک موج ہوں		سچّا موتی تاکہ حاصل کر سکیں

ان کی صہبا سے ملی ہے سرخوشی
ہے انہیں کے دم سے میری زندگی

رات یہ دل مائلِ فریاد تھا		شور "یا رب" سے سکوت آباد تھا
شکوہ سنجِ سختیِ ایّام تھا		رونا بس یہ تھا کہ خالی جام تھا
اتنا تڑپا ذوقِ نظّارہ مرا		بال و پر ٹوٹے تھکا اور سو گیا
خواب میں آیا وہ مردِ باخدا (۱)		پہلوی میں جس نے قرآں ہے لکھا
بولا اے دیوانۂ اربابِ عشق		چکھ لے تھوڑی سی شرابِ نابِ عشق
لے جگر پہ شورشِ محشر کا وار		نیشتر پہ آنکھ شیشہ سر پہ مار
مسکراہٹ کو رہینِ نالہ کر		اشکِ خونیں سے جگر پرکالہ کر
غنچہ ساں کب تک رہیگا تو خموش		پھول کے مانند ہو نکہت فروش
تجھ میں تو ہنگامہ ہے مثلِ سپند		باندھ محمل آگ پر اے ارجمند
اور جرس کی طرح تو بھی سر بسر		نالۂ خاموش کو آزاد کر
آگ ہے تو دے جہاں کو روشنی		کر عطا دُنیا کو اپنا سوز بھی
پیرِ میخانہ کے سب اسرار کہہ		موجِ مَے بن جامۂ مینا میں رہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سنگ بن آئینۂ اندیشہ توڑ   ہاں بھرے بازار میں یہ شیشہ توڑ
لا نیستاں سے پیام اب مثلِ نے (۱) اور برائے قیس لا پیغام حے
نالہ کا اندازِ نو ایجاد کر   ہائے و ہو سے بزم کو آباد کر
جانِ تازہ کر عطا ہر زندہ کو (۲) کہہ کے قُم اب زندہ تر کر زندہ کو
اُٹھ نئے جادے پہ ہو محوِ سفر   سر سے سودائے کہن کو دور کر
آشنائے لذّتِ گفتار ہو   اے درائے کارواں بیدار ہو
میں یہ سُن کر شعلہ در دامن ہوا   مثلِ نے ہنگامہ سے بھرپور تھا
ساز سے اپنے اٹھا مثلِ نوا   بہرِ گوش اک خلد کا ساماں کیا

میں نے ظاہر کر دیا رازِ خودی
میں نے کھولا سرِّ اعجازِ خودی

میرا نقشِ ہستی اک انگارہ تھا (۳) ناقبول و ناکس و ناکارہ تھا
عشق کی سوہاں سے میں آدم ہوا   عالمِ کیف و کمِ عالم ہوا
حرکتِ اعصابِ گردوں دیکھ کر   چاند میں بھی گردشِ خوں دیکھ کر
راتوں انساں کے لیے رویا کیا   زندگی کا راز آخر پا لیا
کھولا بابِ کارگاہِ ممکنات   میں نے پایا رازِ تقویمِ حیات

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مثلِ مہ اس شب میں حسن آرا ہوں میں ۔ ملّتِ بیضا کی گردِ پا ہوں میں
شہرۂ آفاق ملّت سے ہے یہی ۔ ہے دلوں کا سوز اس کی نغمگی
اس نے سورج ذرّے سے پیدا کیے ۔ سینکڑوں عطّار و رومی بھر لیے
آہِ سوزاں ہوں، فلک پر جاؤں گا ۔ ہوں دھواں لیکن حقیقی آگ کا
فکرِ عالی سے قلم ہے تیز گام ۔ رازِ نہ افلاک کھلتے ہیں تمام

تاکہ قطرہ ہمسرِ دریا بنے

ارتقا سے ذرہ بھی صحرا بنے

اس سخن سے شاعری مقصد نہیں ۔ بُت پرستی، بُت گری مقصد نہیں
میں ہوں ہندی فارسی بیگانہ ہوں ۔ ماہِ نو ہوں اور تہی پیمانہ ہوں
حسنِ اندازِ بیاں مجھ سے نہ مانگ (۱) خوانسار و اصفہاں مجھ سے نہ مانگ
گرچہ شیرینی ہیں ہندی ہے شکر ۔ فارسی ہے اس سے شیریں بیش تر
فکر پر جب اس کا جادو چل گیا ۔ کلک میرا شاخِ نخلِ طور تھا
فارسی اس ذہن کی رفعت لیے ۔ ہے مناسب میری طرزِ فکر کے

نکتہ چینی شکلِ مینا پر نہ کر

لطف صہبا سے اٹھا، اے دیدہ ور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(۲)

اصلِ نظامِ عالم خودی سے ہے اور تسلسلِ حیاتِ
تعیّناتِ وجود کا انحصار استحکامِ خودی پر ہے

بس خودی کا اک اثر ہے یہ شہود — اصلِ شے سرِّ خودی کی ہے نمود
جب خودی نے خود کو چونکا یا ذرا — عالمِ پندار ظاہر کر دیا
سَو جہاں پنہاں ہیں اسکی ذات میں — اسکی ضد ہے اس کے ہی اثبات میں
اس نے یہ طرزِ جدل ایجاد کی — خود سمجھ بیٹھی ہے خود کو اجنبی
غیر پیدا کر کے خود سے بار بار — یہ بڑھا لیتی ہے ذوقِ گیرودار
خون پھر کرتی ہے خود اغیار کا — تا کہ اپنے زور سے ہو آشنا
خود فریبی اس کی عینِ زندگی — مثلِ گُل خوں سے وضو کرتی ہوئی
روندتی ہے سَو چمن گُل کے لیے — برسوں روتی ہے کہ اک نغمہ ملے
اک فلک پر اس سے ہیں سَو سو ہلال — کرتی ہے اک حرف پر صد ہا مقال
وجہ اس بے دردی اور اسراف کی؟ — "خلق و تکمیلِ جمالِ معنوی"
"حسنِ شیریں عذرِ دردِ کوہ کن" — نافہ عذرِ دامِ آہوئے ختن
سوزِ پیہم قسمتِ پروانہ ہے — شمع عذرِ محنتِ پروانہ ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سینکڑوں "نقش آج" کے اس نے بنائے — تا کہ "کل" کی صبح اس کے ہاتھ آئے
سو براہیم اس کے شعلوں نے جلائے — تا کہ اک شمعِ محمدؐ جگمگائے
ہوتی ہے یہ بہرِ اغراضِ عمل — عامل و معمول و اسباب و علل

"خیزد - انگیزد - پرد - تابد - رمد ÷ سوزد - افروزد - کشد - میرد - دمد"

اس کی جولاں گاہ ہے دشتِ زماں — موجِ گردِ راہ ہے یہ آسماں
ہے یہی گلکارِ آفاق و جہات — جاگنے سے اس کے دن سونے سے رات
اپنے شعلے کو شرر میں بانٹ کے — جز پرستی کے سبق اس نے دیئے
ٹوٹی خود اجزائے بے ساماں بنائے — کچھ ذرا بکھری تو ریگستاں بنائے
پھر بکھرنے سے ہوئی بیزار جب — ملنے جلنے سے ہوئی کہسار تب
خود کو ظاہر کرتی ہے ہر دم خودی — ذرّوں میں خوابیدہ قوت ہے یہی

قوتِ خاموش و بے تابِ عمل
ہے عمل سے وقفِ اسبابِ عمل

جانِ عالم جب کہ ہے زورِ خودی — ہے بقدرِ استواری زندگی
قطرے نے سمجھا جہاں حرفِ خودی — ہستیِ بے مایہ گوہر بن گئی

÷ اٹھتی ہے - اٹھاتی ہے - اڑتی ہے - چمکتی ہے - دوڑتی ہے
جلتی ہے - جلاتی ہے - مار ڈالتی ہے - مرتی ہے - اگتی ہے (سانس لیتی ہے -)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مے ہے بے پیکر خودی کے ضعف سے　　اس کے پیکر پر ہیں احساں جام کے

پیکرِ ساغر نہیں گو مستعار　　گردش اپنی ہم سے لیتا ہے اُدھار

کوہ جب خود سے گیا صحرا ہوا　　شکوہ سنجِ جوششِ دریا ہوا

موج ہے جب تک بھی ہم آغوشِ بحر　　کرتی ہے خود کو سوارِ دوشِ بحر

آنکھ کی پتلی بنا جب گھِر کے نور　　جلووں کے پیچھے نظر پہنچی ضرور

سبزہ نے زورِ نمو جب لے لیا　　فرشِ گلشن میں شگاف آنے لگا

شمع خود زنجیر جب اپنی بنی　　ذرّوں سے وہ اپنی صورت پا گئی

جان اس کی خود گدازی سے گئی　　اشک اپنی آنکھ کا بن کر بہی

گر نگیں فطرت میں ہوتا پختہ تر　　اس کو کیوں ہوتا جراحت کا خطر

ہو گیا سرمایہ دارِ نامِ غیر　　اب ہے وہ مجروحِ بارِ نامِ غیر

اپنی ہستی پر زمیں محکم ہے جب　　گرد اس کے گھومتا ہے چاند تب

مہر محکم تر زمیں سے ہے مگر　　یوں زمیں سورج کے ہے زیرِ اثر

دم بخود کر دیتی ہے شانِ چنار　　اس کی سطوت سے ہے متاعِ کوہسار

اس کا پیراہن جو ہے آتش نژاد　　ایک سرکش دانہ ہے اس کی نہاد

ساتھ ہو جب زیست کے زورِ خودی
بحر بن جاتی ہے جوئے زندگی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(۳)

حیاتِ خودی تخلیق و تولیدِ مقاصد سے ہے

مدّعا سے ہے بقائے زندگی — یہ درا ہے کاروانِ زیست کی

زندگی بس جستجو میں ہے نہاں — اصل اس کی آرزو میں ہے نہاں

دل میں زندہ رکھ ہمیشہ آرزو — تا کہ خشتِ جسم بنے مرقد نہ تو

آرزو جانِ جہانِ رنگ و بو — ہے دلِ ہر شے امینِ آرزو

رقص گاہِ دل اسی سے سینے ہیں — سینے اس سے تابناک آئینے ہیں

بخشتی ہے خاک کو یہ بال و پر — موسیِٰ ادراک کو یہ ہے خضر

دل میں جاں آتی ہے اس کے سوز سے — غیرِ حق مرتا ہے جب یہ جی اٹھے

جب کہ تخلیقِ تمنّا گم ہوئی — پرشکستہ دل سے پرواز اُڑ گئی

آرزو ہے شورش افزائے خودی — گرم رَو اک موجِ دریائے خودی

ہے یہی صیدِ مقاصد کی کمند — دفترِ افعال کی شیرازہ بند

زندہ نفیِ آرزو سے مُردہ ہے — شعلہ نقصِ سوز سے افسردہ ہے

اصل کیا ہے دیدۂ بیدار کی؟ — ایک صورت لذّتِ دیدار کی

(معجزے ہیں شوخیِ رفتار کے — پاؤں کبکِ ناتواں کو مل گئے

تھی یہ بلبل کی فقط سعیِ نوا — حاملِ منقار جس سے وہ ہوا)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نیستاں سے نَے جو باہر آ بسی — اس کی لَے آزاد اسی دم ہو گئی
عقل کی ندرت ہو کیا پرواز کیا — تو نہیں واقف یہ ہے اعجاز کیا؟
آرزو ہے بس متاعِ زندگی — عقل اس کے بطن سے پیدا ہوئی
کیا ہے نظمِ قوم و آئین و رسوم — کیا ہے رازِ تازگیہائے علوم
آرزو پھوٹی جب اپنے زور سے — دل سے نکلی سینکڑوں شکلیں لیے
دست و دنداں اور دماغ و چشم و گوش — فکر و تخییل اور شعور و یاد و ہوش
زندگی جب جنگ کے میداں میں آئی — ڈھال کے حربے یہ اپنے ساتھ لائی
علم و فن کب ہیں برائے آگہی — کب ہیں مقصودِ چمن پھول اور کلی
علم ہے سامانِ حفظِ زندگی — علم ہے اک وجہِ تقویمِ خودی
علم و فن ہیں پیش خیزانِ حیات — علم و فن ہیں خانہ زادانِ حیات
تو کہ ہے اس راز سے بیگانہ اُٹھ — اُٹھ مئے مقصد سے ہو مستانہ اُٹھ
مقصد اک مثلِ سحر تابندہ ہو — ماسوا کو آتشِ سوزندہ ہو
ایسا مقصد جس سے ہو پست آسماں — دل پذیر و دلربا و دلستاں
باطلِ دیرینہ کا جو ہو عدو — فتنہ در دامن قیامت روبرو

ہم ہیں تخلیقِ مقاصد سے جواں
ہم ہیں نورِ آرزو سے ضوفشاں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(۴۸)

خودی عشق و محبّت سے مستحکم ہوتی ہے

نور کا نقطہ جسے کہیے خودی — وہ ہماری خاک کی ہے زندگی
عشق سے ہوتا ہے وہ پایندہ تر — "زندہ تر، سوزندہ تر، تابندہ تر"
عشق سے جانِ خودی آتش بذات — ارتقا یاب اس کے مخفی ممکنات
آتش اندوز اس کی فطرت عشق سے — عالم افروز اس کی فطرت عشق سے
خوفِ خنجر عشق کو ہے ہی نہیں — آب و باد و خاک اصل اس کی نہیں
عشق خود ہے صلح بھی پیکار بھی — آبِ حیواں تیغِ جوہر دار بھی
ہوتے ہیں اس کی نظر سے کوہ شق — حق ہی بن جاتا ہے آخر عشقِ حق
عشق کر محبوب کوئی ڈھونڈ — چشم نوح ایوّب کا دل لے کے آ
خاک سے اپنی بنا لے کیمیا — جا کسی کامل سے جا کر دل لگا
تجھ میں سوزِ جانِ رومی چاہیے — پھونک دے روم آتشِ تبریز سے
تیرا پیارا تیرے دل میں ہی نہاں — تو اگر چاہے کردں تجھ پر عیاں
اس کے عاشق ہیں حسینوں کے حسیں — خوش ادا محبوب تر اور مہ جبیں
اس کی الفت دل کی ہے تاب و تواں — خاک کو دیتی ہے اوجِ آسماں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جس سے خاکِ نجد تیرہ اٹی ہوئی — وجد میں افلاک سے اونچی گئی
قلبِ مسلم ہے مقامِ مصطفٰے — آبروئے مسلم کی نامِ مصطفٰے
طور کیا ہے ان کے گھر کی خاکِ در — کعبہ کا بیت الحرم ہے ان کا گھر
اور ابد اک پل ہے ان کے وقت کا — ہے انہیں کے دم سے اس کا ارتقا
بسترِ خواب ان کا تھا اک بوریا — تاجِ کسریٰ قوم کے قدموں میں تھا
معتکف غارِ حرا میں جب رہے — قوم و آئین و حکومت دے گئے
ان کی راتیں نیند سے عاری رہیں — تختِ جم پہ سوئی تب اُمت کہیں
رن میں ان کی تیغ تھی آہن گداز — آنکھ نم رہتی تھی دورانِ نماز
فتح پیکر ناصرِ دیں ان کی تیغ — قاطعِ نسلِ سلاطیں ان کی تیغ
اک نیا آئین دنیا کو دیا — اقتدار اقوامِ پیشیں سے لیا
کام دنیا کا بنایا دین سے — غیر ممکن کوئی ان جیسا ملے
اونچ نیچ ان کی نظر میں تھی حرام — کھانا ان کے ساتھ کھاتے تھے غلام
سامنے آئی جو بعدِ دار وگیر — دخترِ سردارِ طے ہو کر اسیر
پاؤں میں زنجیر تھی بے پردہ تھی — شرم سے سمٹی ہوئی افسردہ تھی
آپ نے دیکھی جو یہ بے پردگی — اپنی چادر اس کے سر پہ ڈال دی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہم تو عریاں تر ہیں اس خاتون سے — پیشِ اقوامِ جہاں ہیں سر کھلے
حشر میں اُن پر ہے اپنا انحصار — اس جہاں میں بھی وہی ہیں پردہ دار

ان کا لطف و قہر رحمت جانیے — دوست پر وہ اور یہ دشمن کے لیے
مکّہ میں بہ رحم اعدا پر کیا (۱) — دے دیا پیغامِ لاتثریب کا

ہم کہ ہیں قیدِ وطن سے ایسے دور — اک نظر ہو جیسے دو آنکھوں کا نور
اہلِ ایران و حجاز و اہلِ چیں — شبنمِ یک صبحِ خنداں ہیں ہمیں
مستِ چشمِ ساقیِ بطحا ہیں ہم — دہر میں مثلِ مے و مینا ہیں ہم
ان کے سوزِ دل نے دنیا پاک کی — امتیازاتِ نسب کو آگ دی
(ایک بو جیسے گلِ صد برگ کی — ہم بھی خوشبو رکھتے ہیں بس ایک ہی
جو بھی ہم ہیں اور جہاں بھی ہو قیام — ایک ہیں وہ - ان سے ہی اپنا نظام)
ان کے دل کا راز تھے گویا ہمیں — ان کے نغمے سے ہوئے افشا ہمیں
ان کی دُھن سے اس نئے خاموش میں — نغمے بیکل ہیں مری آغوش میں
کیا کہوں ان کی تولاّ کے لیے (۲) — روئی چوبِ خشک ان سے چھوٹ کے
ہستیِ مسلم ہے ان کی جلوہ گاہ — خالقِ صد طور ان کی گردِ راہ
مجھ کو صورت ان کے آئینہ نے دی — نور سے ان کے سحر میری ہوئی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہے تپش میرے لیے راحت مدام — گرم تر ہے صبحِ محشر سے یہ شام
میں ہوں ان کا باغ وہ ابرِ بہار — میرے تاکستان کے وہ ہیں آبیار
کشتۂ الفت میں جب آنکھیں کاشت کیں — دید کی تب لذتیں مجھ کو ملیں
خاکِ یثرب میں دو عالم کا ہے نور — اے سلامت شہر جس میں ہیں حضورؐ
میں شہیدِ طرزِ جامی ہو چکا — نفس میرا قول سے ان کے مٹا
کیا کہا ہے شعر انھوں نے پُر اثر — مدحِ مولا میں پروئے ہیں گہر

نسخۂ کونین را دیباچہ اوست
جملہ عالم بندگان و خواجہ اوست [1]

کیفیت انگیز ہے مے عشق کی — عشق کا اک نام ہے تقلید بھی
اس میں بسطامی رحمۃ تھے اتنے کامیاب (۲) — کہ نہ تھے خربوزے سے وہ اجتناب
ہے اگر عاشق تو کر تقلیدِ یار — تاکہ ہو تیری کمند میں حق شکار
دل کی خلوت میں پہنچ اے دیدہ ور — ترکِ خود کر سوئے حق ہجرت تو کر
ہو کے محکم حق سے خودی کی سمت چل — اور ہوس کے توڑ دے لات و ہبل
کر مہیا لشکرِ سلطانِ عشق — جلوہ گر ہو جا سرِ فارانِ عشق

تاکہ ربِّ کعبہ تجھ کو اوج دے
شرحِ انی جاعل کر دے تجھے ۳

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(۵)

خودی سوال سے ضعیف ہوتی ہے

اے کہ تو لیتا تھا شیروں سے خراج
بن گیا بزدل بوجہِ احتیاج

خستہ اب یوں ہے کہ تو نادار ہے
تیرے دُکھ کی جڑ یہی آزار ہے

ہے یہی بس رہزنِ فکرِ بلند
کر کے گُل شمعِ خیالِ ارجمند

ہاں خُمِ ہستی سے مے کا جام لے
اپنا حق لے کیسۂ ایام سے

اونٹ سے نیچے اتر مثلِ عمرؓ
غیر کی منت سے سو بار الحذر

سائلِ منصب رہے گا تا بہ کے
مثلِ طفلاں ہے سوارِ اسپ نے

ہو نظر جس کی فرازِ چرخ پر
کرتا ہے پست اس کو احسانِ دگر

بھیک سے ہوتی ہے غربت خوار تر
اور گدائی سے گدا نادار تر

منتشر اس سے ہیں اجزائے خودی
"بے تجلّی نخلِ سینائے خودی"

اپنی مٹی منتشر ہونے نہ دے
مثلِ مہ خود ہی سے اپنا رزق لے

تو جو بدبختی کے ہو گرداب میں
ساز و ساماں ہو ترا سیلاب میں

نعمتِ دیگر سے رزق اپنا نہ مانگ
چشمۂ خاور سے اک چھینٹا نہ مانگ

تاکہ محشر میں خجالت سے بچے
آئے جب اپنے نبی کے سامنے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چاند کی روزی ہے خوانِ مہر سے — دیکھ اس کے دل پہ داغِ احسان کے
حق کی ہمّت پر فلک کو آزما — سر نہ جُھکنے پائے تیری قوم کا
جو بتوں سے پاک کعبہ کر گئے — "مردِ کاسب" حق کا پیارا کہہ چکے
وائے وہ منّت پذیرِ خوانِ غیر — جس کی گردن خم کرے احسانِ غیر
جلتا ہو جو برقِ لطفِ غیر سے — کوڑیوں میں رکھ دے غیرت بیچ کے
اس پریشاں تشنہ لب پر آفریں — خضر سے اک جام جو لیتا نہیں
اس کے رُخ پر خجلتِ سائل نہیں — آدمی وہ صرف مشتِ گِل نہیں
زیرِ گردوں بس وہی اک ارجمند — چلتا ہے مثلِ صنوبر سربلند
مفلسی میں جو رہے خود دار تر — بخت سوئے اور وہ ہو بیدار تر
بھیک کا دریا ہے سیلِ شعلہ بار — اپنی محنت کی ہے شبنم پُر بہار

یوں حباب آسا دمِ مردانہ رکھ
بحر کے اندر نگوں پیمانہ رکھ

(۶)

جب خودی عشق و محبّت سے محکم ہو جاتی ہے تو نظامِ عالم کی تمام ظاہر و پنہاں قوتوں کو مسخر کر لیتی ہے

جب کہ محکم ہو محبّت سے خودی — بنتی ہے فرماں دہِ عالم وہی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نقش تاروں سے بنائے چرخ نے
غنچے چُن کر بس خودی کی شاخ سے

ہاتھ بن جاتا ہے اس کا دستِ حق
اک اشارے سے قمر ہوتا ہے شق

عالمی جھگڑوں میں وہ بن کر حَکَم
ہوتی ہے قرباں وہ دارا و جم

تجھ سے کہتا ہوں حدیثِ بوعلیؒ
اُن سے ہیں اس ملک میں واقف سبھی

"آں نوا پیرائے گلزارِ کہن
(۱) گفت باما از گلِ رعنا سخن"

اک دیارِ جنت آتش سرشت
ان کے دامن کی ہوا سے ہے بہشت

کوچک ابدال ان کا راہِ عام پر
مست جامِ بوعلیؒ تھا سر بسر

عاملِ شہر آیا گھوڑے پر سوار
ساتھ تھے اس کے غلام و چوبدار

بڑھ کے چلّایا نقیب اے بے شعور
راہ ہمراہانِ عامل سے ہو دور

غرقِ فکر از بس کہ وہ درویش تھا
سر جھکائے راہ پر چلتا رہا

چوبدار اتنا گھمنڈی تھا مگر
لاٹھیاں ماریں سرِ درویش پر

ہٹ گیا لیکن فقیر آزردہ تھا
دل شکستہ ناخوش و افسردہ تھا

آکے پیشِ بوعلیؒ فریاد کی
اس قدر رویا کہ موجِ اشک اُٹھی

جس طرح کہسار پر بجلی گرے
بول اُٹھے شیخ آگ برسانے لگے

اک نیا شعلہ رگِ جاں سے اُٹھا
میر منشی سے یہ فرمایا گیا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لکھ ابھی فوراً قلم سے کام لے — شاہ کو فرمان میرا بھیج دے
ظلم خود پر تیرے عامل نے کیا — میرے دیوانے کو زخمی کر دیا
برطرف کر عاملِ بدذات کو — ورنہ میرے حکم سے معزول ہو
اس خدا والے کا یہ خط جب ملا — خوف سے سلطان تھرّانے لگا
سر بسر اک پیکرِ آلام تھا — زرد مثلِ آفتابِ شام تھا
طوق ڈالا عاملِ مغرور کے — عفو چاہا بوعلیؒ درویش سے
خسروِؒ شیریں سخن رنگیں بیاں — جن کے نغموں میں ہے روحِ کن فکاں
شاعرِ روشن ضمیر و با ادب — ہو گئے بہرِ سفارت منتخب
چنگ انھوں نے چھیڑا پیشِ بوعلیؒ — سوزشِ جانِ قلندر بڑھ گئی
شان وہ جو نازشِ کہسار تھی — قیمتِ یک نغمۂ گفتار تھی

دل پہ درویشوں کے نشتر مت چلا
آتشِ سوزاں میں خود کو مت جلا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(۷)

حکایت

اس معنی ہیں کہ مسئلۂ نفیِ خودی مغلوب قوموں کی اختراع ہے جو اس مخفی طریقے سے غالب قوموں کے اخلاق کو کمزور بنا دیتی ہیں

یہ پُرانی داستاں بھی ہے سُنی — بھیڑیں اک میداں میں ہی تھیں کئی
گھاس وافر پاکے نسل افزا ہوئیں — دشمنوں کے خوف سے آزاد تھیں
شومیِ قسمت سے آخر ایک بار — ہو گیا تیرِ بلا سینے کے پار
شیر جنگل کی طرف سے آ گئے — اُس چراگہ پر بھی قبضہ پا گئے
جذبۂ استیلا ہے قوّت کا شعار — فتح ہے قوّت کا رازِ آشکار
طبلِ شاہی شیروں نے بجوا دیا — بھیڑوں کو محرومِ آزادی کیا
کام ہی شیروں کا ہے سیر و شکار — بھیڑوں کے خوں سے رنگا وہ مرغزار
بھیڑ اک چالاک تھی فہمیدہ تھی — کہنہ سال اور گرگِ باراں دیدہ تھی
قوم کے حالات سے تھی دل فگار — شیروں کے جور و ستم کی تھی شکار
شومیِ قسمت کے گو شکوے کیے — کام پکّے کر لیے تدبیر سے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ناتواں اپنی حفاظت کے لیے عقل سے لاتا ہے حیلے مانگ کے
اور غلامی میں ہے دفعِ ضرر ہوتی ہے تدبیر اکثر تیز تر
پختہ جب ہوئے جنونِ انتقام فتنہ جوئی کرتی ہے عقلِ غلام
اس نے سوچا عقدہ ہے مشکل ضرور اپنا بحرِ غم ہے بے ساحل ضرور
زور کر کے شیر سے چھٹتے نہیں دست سیمیں پر ہے پنجہ آہنیں
یہ بھی ناممکن کہ سنکر وعظ و پند خوئے گرگی سیکھ لیں یہ گوسفند
شیروں کو بزدل بنانا سہل ہے ہاں انہیں غافل بنانا سہل ہے
صاحبِ الہام بس وہ ہو گئی کچھ سمجھ کر شیروں کی واعظ بنی
اور کہا اے قومِ کذابٌ اشر ل یومِ نحسٌ مستمر سے بے خبر
مایہ دارِ قوّتِ ایماں ہوں میں بہرِ شیراں مرسلِ یزداں ہوں میں
دیدۂ بے نور کا میں نور ہوں صاحبِ دستور ہوں مامور ہوں
چھوڑ دو اعمالِ نامحمود کو نفع کی سوچو ضرر کے دوستو
جو قوی اور تند ہے وہ ہے شقی زندگی کا زور ہے نفیِ خودی
گھاس ہی بس نیک بندوں کی غذا گوشت کا تارک ہے مردِ باخدا
تیزیِ دنداں سے تم رسوا ہوئے عقل کے اندھے اسی سے ہو گئے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہے ضعیفوں کے لیے خلدِ بریں　　فائدہ کچھ زور و قوّت سے نہیں
جستجوئے عظمت و سطوت بُری　　تنگ دستی ہے امیری سے بھلی
برق دشمن کب ہے دانے کی کہیں　　دانہ جو خرمن بنے عاقل نہیں
کیوں بنو صحرا تم اک ذرّہ بنو　　تاکہ سورج سے لپک لو نور کو
مار کر بھیڑیں جو تم کرتے ہو ناز　　ذبح کر کے خود کو ہوتے سرفراز
زندگی کو کرتا ہے ناپائیدار　　"جبر و قہر و انتقام و اقتدار"
سبزہ دب دب کر اُگا ہے بار بار　　خوابِ مرگ آنکھوں سے وہ دھوتا رہا
خود کو بھولو تم اگر فرزانے ہو　　خود سے گر غافل نہیں دیوانے ہو
آنکھیں، لب اور کان کر لو خوب بند　　تاکہ تم کو مل سکے فکرِ بلند
یہ چراگاہِ جہاں ہے چیز کیا　　دل نہ اس موہوم پر آئے ذرا
سخت کوشی سے تھکے تھے شیر سب　　تن پرستی کی طرف مائل تھے اب
یہ سہانا وعظ اُن کو بھا گیا　　بس حماقت سے یہ دھوکا کھا لیا
وہ شکاری تھے جو اب تک ببر کے　　گوسفندی دین پر قائل ہوئے
سبزہ آخر ان کے منہ کو لگ گیا　　گوہرِ شیری خزف بن کر رہا،
گھاس سے وہ تیزیِ دنداں گئی　　آنکھ کی ہیبت جو تھی جاتی رہی،

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رفتہ رفتہ دل بھی نکلا سینے سے — تابِ جوہر گم ہوئی آئینے سے

وہ جنونِ کوششِ کامل گیا — وہ تقاضائے عمل اور دل گیا

گم ہوا وہ عزم و استقلال بھی — اعتبار و عزّت و اقبال بھی

آہنیں پنجے بھی بے جاں ہو گئے — مر گئے دل، تن مزارِ اُن کے بنے

خوفِ جاں بڑھنے لگا قوت گئی — موت سے گھبرائے تو ہمت گئی

سو مرض دے کر گئی بے ہمّتی — "کوتہ دستی، بے دلی، دوں فطرتی"

شیرِ بیدار اس فسوں سے سو گیا

اس نے تہذیب اپنی پستی کو کہا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(۸)

افلاطونِ یونانی جس کے تصوّرات سے تصوف اور ادبیاتِ
اسلامیہ بہت متاثر ہوئے۔ مسلکِ گوسفندی پر عامل تھا
اس کے تخیلات سے دُور رہنا واجب ہے (٭)

راہبِ دیرینہ افلاطون حکیم — از گروہِ گوسفندانِ قدیم
ظلمتِ معقول میں جو کھو گیا — وادیِ موجود میں لغزیدہ تھا
تھا اسیر اس درجہ نامحسوس کا — اعتبارِ چشم و گوش اس کو نہ تھا
موت کو اس نے بنایا زندگی — شمع کے بجھنے میں دیکھی روشنی
وہ تخیّل پہ ہمارے ہے سوار — اس کی مے سے اونگھتے ہیں ہوشیار

(٭) افسوس ہے کہ اس مسئلے کی توضیح اس جگہ ناممکن ہے۔ فارابی نے "الجمع بین الرائین" میں ارسطو اور افلاطون کو ہم خیال ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جو میرے نزدیک ناکام رہی ہے۔ ملا ہادی سبزواری نے جو حال کے ایرانی حکما میں سے ہیں اپنی کتاب "اسرار الحکم" میں زیادہ تر افلاطون کا تتبع کیا ہے۔ عربی اور فارسی جاننے والے ناظرین ان کتب کی طرف توجہ کریں۔ انگریزی دانوں کو فلسفۂ مغرب کی کسی انگریزی تاریخ سے ان مسائل کی حقیقت مختصر طور پر معلوم ہو جائے گی۔ (اقبال)

یہ فٹ نوٹ مسئلہ اعیان کے سلسلے میں درج ہوا ہے لیکن چونکہ اس باب کے عنوان کی اساس بھی یہی مسئلہ ہے اس لیے یہاں درج کر دیا گیا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

گوسفندِ اک شکلِ آدم میں وہ تھا | صوفیوں پر حکم اس کا چل گیا
خود کو سمجھا رازدارِ آسماں | عالمِ اسباب کو وہم و گماں
کرتا تھا تحلیلِ اجزائے حیات | کاٹی شاخِ سروِ رعنائے حیات
وہ زیاں کو سود ہی کہتا رہا | بود کو نابود ہی کہتا رہا
اونگھتی فطرت نے ڈھالا ایک خواب | اس کی چشمِ ہوش سے نکلا سراب
چونکہ ذوقِ جہد سے محروم تھا | اس لیے وارفتۂ معدوم تھا
منکرِ ہنگامۂ موجود تھا | خالقِ اعیانِ نامشہود تھا
زندہ جاں کو عالمِ امکاں ہے خوب | مردہ جاں کو عالمِ اعیاں ہے خوب
اس کا آہو جانے کیا لطفِ خرام | کبک پر اس کے ہوا چلنا حرام
اس کی شبنم میں نہیں ہے تابِ رم | اس کے طائر میں نہیں اُڑنے کا دم
اس کے دانے میں نہیں اُگنے کا ذوق | اور نہ پروانے کو ہے جلنے کا شوق
کرنا کیا راہب ہمارا بھاگ اٹھا | اس جہاں کی شورشوں سے ڈر گیا
شعلۂ افسردہ سے کرتا تھا پیار | وہ تھا افیونی جہاں کا دستکار
سوئے گردوں وہ نشیمن سے گیا | پھر نہ اپنے آشیاں تک آ سکا
ہے خیال اس کا خُمِ گردوں میں گُم | کیا کہوں یہ دُرد ہے یا خشتِ خُم

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس کی مے سے زہر قوموں کو ملا
سو گئیں ذوقِ عمل گم کر دیا

(۹)

حقیقتِ شعر اور اصلاحِ ادبیاتِ اسلامیہ

آرزو سے گرم ہے خونِ بشر — آرزو سے ہے یہی مٹی شرر
زندگی کے جام میں اس سے ہے مے — وہ اسی سے چست اور جولاں بھی ہے
زندگی مضموں ہے بس تسخیر کا — آرزو افسوں ہے بس تسخیر کا
صید افگن زندگی، دام آرزو — حسن کو الفت کا پیغام آرزو
کیسے لاتی ہے تمنا دم بدم — اس نوائے زندگی میں زیر و بم
جو بھی کچھ ہے خوب و زیبا و جمیل — وہ ہماری جستجو کی ہے دلیل
نقش تیرے دل پہ ہو کر مو بہ مو — تیرے دل کو دیتا ہے وہ آرزو
حسن خلاقِ بہارِ آرزو — ہے وہی پروردگارِ آرزو
قلبِ شاعر ہے تجلی زارِ حسن (۱) اس کا سینا مطلعِ انوارِ حسن
خوب ہے اس کی نظر سے خوب تر — فطرت اس کے سحر سے محبوب تر
اس کے دم سے ہی عنادل کی چہک — اس کے غازے سے رُخِ گل پر دمک

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آرزو کا سوز ہے پروانوں میں — رنگ اسی کا عشق کے افسانوں میں
بحر و بر سب اس کے آب و گل میں ہیں — سو جہاں پوشیدہ اس کے دل میں ہیں
نادمیدہ لالے اس کے ذہن میں — ناشنیدہ نغمے نالے ذہن میں
فکر اس کا انجم و مہ کا ہم نشیں — ہے سے ناواقف ہو وہ خوب آفریں
خضر ہے اور حاملِ آبِ حیات — جس کے اشکوں سے جواں ہو کائنات
ہم گراں سیر اور خام و سادہ ہیں — راہِ منزل ہی میں پا افتادہ ہیں
بلبل اس کا اس لیے ہے نغمہ ریز — چال سے اس کی نہ ہو ہم کو گریز
اور چلیں ہم سوئے فردوسِ حیات — حلقہ کامل بنے قوسِ حیات
کارواں اس کی درا پر گام زن — ہوتے ہیں اس کی ندا پر گام زن
اور بہارے باغ میں اس کی نسیم — آکے بن جاتی ہے پھولوں کی شمیم
اس کے حیلوں سے خود افزا زیست ہے — خود حسابِ ناشکیبا زیست ہے

دعوتِ فیض اس سے پلتے ہیں سبھی
سوز اپنا عام کرتا ہے وہی

وائے وہ اک قوم اجل سے بہرہ مند — جس کے شاعر کو نہ ہو جینا پسند
بد ہو جس کے آئینے میں خوش نگار — نشہ جس کا ہو جگر کے آر پار

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بوسہ جس کا چھینے گُل کی تازگی — اور بلبل سے لگن پرواز کی
جس کی افیوں سے ہے تجھ میں مُردنی — جس کے مضموں کی ہے قیمت زندگی
چھین لے جو خوبیِ سروِ چمن — باز سیکھے جس سے تیتر کا چلن
نیم ماہی نیم انساں ایک شے (٭) — وہ کہ مانندِ بنات البحر ہے
ناخدا پر کرکے جادو نے نوا — غرق کرتا ہے سفینے یا رہا
اُس کے ان نغموں سے پاکر بے حسی — موت میں تُو دیکھتا ہے زندگی
خواہشِ ہستی بہر دم چھین کر — چھینتا ہے تجھ سے وہ تیرا گُہر
دیتا ہے طرزِ زیاں ہر سُود کو — کرتا ہے مذموم ہر محمود کو
بخش کر اندیشے تجھ کو بے محل — چھین لیتا ہے ترا ذوقِ عمل
وہ مریض اس کے سخن سے ہم ہیں زرد — اُس کے دورِ جام سے محفل ہے سرد
اس کے نیساں میں نہیں بجلی کی تاب — اس کا گلشن رنگ اور بو کا سراب
حُسن کو اس کے ہے سچّائی سے عار — اس کے دریا میں ہیں گوہر عیب دار
جاگے کیسے نیند کا وارفتہ ہے — اُس کے دم سے سوزِ دل یخ بستہ ہے

(٭) بنات البحر = بناتِ آبیاں جنھیں انگریزی میں سائرنز کہتے ہیں۔ ملاحوں کے توہمات کے رو سے ان کا آدھا جسم مچھلی کا ہوتا ہے اور آدھا انسان کا۔ جہاز راں انکی خوش آوازی سے گمراہ ہو کر غرق ہو جاتے ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

زہر آمیز اس کی بانگِ نغمہ بار ناگنیں ہیں اس کے پھولوں میں ہزار

اس کی مینا سے حذر اور جام سے

الحذر اس کی مئے گل فام سے

اے کہ تجھ میں لغزشِ پا آ گئی وہ صبوحی اس کی مینا سے ملی

اس کے نغموں سے ترا دل بجھ گیا زہرِ قاتل تو نے کانوں سے پیا

ہے عیاں پستی ترے انداز سے بے نوا ہیں تار تیرے ساز کے

تجھ کو تن آسانیوں سے کام ہے ننگِ اسلام آج تیرا نام ہے

باندھ سکتے ہیں رگِ گل سے تجھے خستہ ہو سکتا ہے بادِ صبح سے

عشق رسوا ہے تری فریاد سے بگڑا نقش اس کا ترے بہزاد سے

تیرے دکھ سے اس کا چہرہ زرد ہے اس کی گرمی تیرے دم سے سرد ہے

خستہ جاں ہے خستہ جانی سے تری ناتواں ہے ناتوانی سے تری

گریۂ طفلانہ کا خوگر ہوا آہوں سے بھرپور اس کا گھر ہوا

بھیک میں ہے مست وہ میخانوں کی تاکتا ہے کھڑکیاں کاشانوں کی

ناخوش و افسردہ و آزردہ ہے پِٹ چکا دربان سے اب مُردہ ہے

غم سے مثلِ بید تھرّانے لگا آسماں کے شکوے لب پر لا چکا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وصف اس کا ابتذال و کینہ ہے　　ضعف اس کا ہمدمِ دیرینہ ہے

پست ہے کم بخت وہ اور بد نہاد　　نا سزا مایوس اور ہے نامراد

جان تیری اس کے نالوں سے گئی　　نیند ہمسایہ کی بھی اُڑ کر رہی

وائے سوزِ دل جو یوں ٹھنڈا ہوا

ابتدا حق جس کی، باطل انتہا

جیب میں نقدِ سخن ہے کچھ اگر　　زیست کی قدروں سے اسکی جانچ کر

فکرِ بینا ہے عمل کی راہ پر　　برق ہو جیسے گرج سے پیشتر

فکرِ نایاب اور نیک ادب درکار ہے　　رجعت اب سوئے عرب درکار ہے

ہوں عرب کے حسن سے راز و نیاز (*)　　جیسے شامِ کرد سے صبحِ حجاز

(*) شیخ حسام الحق ضیاء الدین کے مقولے اَمْسَیْتُ کُرْدِیًّا وَ اَصْبَحْتُ عَرَبِیًّا (میں نے شام کی کرد کی حیثیت سے اور صبح کی عرب کی حیثیت سے) کی طرف اشارہ ہے

(اقبال اور ڈاکٹر یوسف حسین خاں)

کہا جاتا ہے کہ ایک جاہل کُرد چند طالب علموں کے پاس گیا اور ان سے تصوف کے اسرار و رموز سکھلانے کی درخواست کی۔ اُنھوں نے کہا چھت سے رسی باندھ کر اُلٹے لٹک جاؤ اور لٹکے لٹکے جب تک ہو سکے یہ پڑھتے رہو۔ ساتھ ہی ساتھ اسے کچھ مہمل الفاظ بھی بتا دیئے۔ سادہ لوح کُرد نے ایسا ہی کیا۔ اللہ نے اسکے خلوص اور ایمان کا بدلہ یہ دیا کہ اس پر اسرار و رموز آشکار کر دیئے۔ وہ ولی بن گیا اور الٰہیات کے گہرے مسائل پر گفتگو کرنے لگا۔ اس کے بعد وہ کہا کرتا تھا کہ شام کو تو میں کُرد تھا لیکن اگلی صبح عرب بن کر اٹھا (نکلسن) ____ کُردستان عراق اور ایران سے ملحق علاقہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

گُل گلستانِ عجم سے چن لیے — نوبہارِ ہند و ایراں دیکھ کے
گرمیِ صحرا سے اب کچھ لطف لے — دورِ جامِ بادۂ حُسن چلے
سر چھپا اب اس کی گرم آغوش میں — تن کو اس کی لُوں کے جھونکے بھی لگیں
مدتوں ریشم میں تو غلطاں رہا — کھُردرے کھدر کا عادی ہو ذرا
رقص تیرا فرشِ گُل پر ہو چکا — مثلِ گُل شبنم سے منہ بھی دھو چکا
ریگِ سوزاں پر ذرا خود کو لٹا — چشمۂ زمزم میں بھی غوطہ لگا
مثلِ بلبل ذوقِ شیون تا بکے — گلستانوں میں نشیمن تا بکے
اے ہما سایہ میں تیرے ارجمند — آشیانہ ہو سرِ کوہِ بلند
آشیاں ہمسایہ برق و رعد کا — مسکنِ شہباز سے اونچا بنا

تا کہ ہو شایانِ پیکارِ حیات
تجھ کو گرمائے ذرا نارِ حیات

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(۱۰)

تربیتِ خودی کے تین مرحلے ہیں پہلے[۱] کا نام اطاعت
دوسرے[۲] کا ضبطِ نفس اور تیسرے[۳] مرحلے کا نام نیابتِ الٰہی ہے

مرحلۂ اوّل اطاعت

خدمت و محنت شتر کا ہے شعار — صبر و استقلال سے ہے اس کو پیار
چلتا ہے بس راہِ کم غوغا میں وہ — کارواں کی ناؤ ہے صحرا میں وہ
اس کا نقشِ پا نصیبِ دشت ہے — کم خور و کم خواب و محنت مست ہے
مست زیرِ بارِ محمل راہ میں — پا بجولاں سوئے منزل راہ میں
سرخوش اپنی مستیٔ رفتار سے — صبر آموز اپنے راکب کے لیے
فرض ادا کر تو بھی اور ہو کامیاب (۱) — لے فیضِ عندہٗ حسن المآب
بن اطاعت کوش اے غفلت شعار — جبر سے ہوتا ہے پیدا اختیار
اک اطاعت ہی سے ناکس کس ہوئے — دیکھ شعلے سرکشی سے خس ہوئے
کرتا ہے تسخیر جو افلاک کی — ہے کسی آئین کا پابند بھی
گل کے زنداں میں ہوا خوشبو بنی — قید سے ہو نافۂ آہو بنی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رکھتے ہیں تارے سوئے منزل قدم — سرکشی آئیں کے آگے کر کے خم
سبزہ اُگتا ہے نمو کے دین پر — ہوتا ہے پامال اس کو چھوڑ کر
سوزِ پیہم لالہ کا قانون ہے — جس کے باعث اس میں جوئے لال خوں ہے
قطرے دریا، وصل کے آئین سے — ذرّے صحرا، وصل کے آئین سے
باطنِ ہر شے کی قوّت ہے یہی — تو نے اس کو چھوڑ کر کیوں راہ لی
آج اے آزادِ دستورِ قدیم — بس پہن لے پھر وہی زنجیرِ سیم
سختیِ آئیں کے قصّے مت سُنا
خود پہ قائم رکھ حدودِ مصطفےٰ[۲]

مرحلۂ دوم ضبطِ نفس

نفس تیرا، اک شتر ہے خود پرست — خود سر و خود رائے اور اپنے میں مست
مرد بن، ہاتھوں میں اس کی باگ لے — تاکہ ریزہ ہے تو موتی بن سکے
جو کہ خود پر بھی نہ قابو پا سکا — ہو گیا پابند حکمِ غیر کا
خاک سے تعمیر جب تیری ہوئی — ڈر کے ساتھ الفت بھی کچھ گوندھی گئی
ڈر جہاں کا آخرت کا۔ جاں کا خوف — خوفِ عرش و فرش این و آں کا خوف
سیم و زر سے عشق اور حبِّ وطن — رشتہ داروں کی محبت حبِّ زن

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آب وگِل کی نسل ہے تن پروری　　کشتۂ فحشاء و منکر ہے یہی
رکھتا ہے گر تو عصائے لا اِلٰہ　　ہر طلسمِ خوف توڑ اور کر تباہ
حق ہی جس کے جسم کی جاں ہو گیا　　سر نہ اس کا پیشِ باطل جھک سکا
ہو گیا دل اس کا اتنا بے ہراس　　رعبِ غیر اللہ نہ آیا اس کے پاس
جو حدودِ "لا" میں آکر بس گیا　　بیوی اور بچوں کی بندش سے چھٹا
ماسوا سے کر کے وہ قطعِ نظر (۱)　　رکھتا ہے خنجر پسر کے حلق پر
وہ اکیلا بھی ہے مثلِ اک فوج کے　　جاں گراں ہوتی نہیں اس کے لیے
لا اِلٰہ ہے اک صدف موتی نماز　　حجِّ اصغر ہے مسلماں کی نماز
ہاتھ میں مسلم کے خنجر ہے یہی (۲)　　قاتلِ فحشاء و منکر ہے یہی
روزہ کیا ہے؟ فتح بھوک اور پیاس پر　　خیبرِ تن پروری کو توڑ کر
نورِ فطرت حج ہے مومن کے لیے　　جس سے ہجرت کے سبق اس کو ملے
ہے اطاعت ہی سے جمعیت تری　　ناظمِ افرادِ ملت ہے یہی
اور زکوٰۃ ارمانِ دولت کی فنا　　کرتی ہے ہم کو مساوات آشنا
دل جو حتّٰی تنفقوا سے ہو قوی (۳)　　حُبِّ زر کھو کر وہ ہوتا ہے غنی
ان سبھی سے تیرا استحکام ہے　　تیری قوت بس ترا اسلام ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یا قوی کے ورد سے ہو جا قوی
ہو سوار اشترِ خاکی ابھی

مرحلۂ سوم نیابتِ الٰہی

گر شتر باں ہے جہاں باں بھی ہو تو — مالکِ تاجِ سلیماں بھی ہے تو
ہے جہاں جب تک جہاں آرا ہے تو (۱) — تاجدارِ ملکِ لا یبلیٰ ہے تو
دہر میں حق کی نیابت کر پسند — اور عناصر پر حکومت کر پسند
نائبِ حق کیا ہے؟ جانِ کائنات — اسم اعظم کا ہے سایہ اس کی ذات
جزو و کُل کے راز سے آگاہ ہو — جو یہاں قائم بامر اللہ ہو
جب توجہ جانبِ عالم کرے — اس بساطِ کہنہ کو برہم کرے
فطرتِ معمورہ بے تابِ نمود — اک نئے عالم کو جو بخشے وجود
سو جہاں مثلِ جہانِ جزو و کُل — ذہن سے اس کے اُگیں مانندِ گُل
پختہ کر کے فطرتِ ہر خام کو — کعبے سے باہر کرے اصنام کو
زخمہ اس کا تارِ دل پر نغمہ زا — بہرِ حق ہو اس کا سونا جاگنا
جس سے ہو پیری میں آہنگِ شباب — بخش دے ہر چیز کو رنگِ شباب

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وہ بشیرِ نوعِ انساں وہ نذیر (۱) خود سپاہی خود سپہگر خود امیر
مدّعا ہے عَلَّمَ الْاَسْمَاء بھی ہے (۲) سرِّ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرَا بھی ہے
ہاتھ میں رکھتا ہے وہ زورِ عصا (۳) قدرتِ کامل سے رشتہ علم کا
باگ اُٹھا لیتا ہے جب وہ شہسوار تیز ہوتا ہے سمندِ روزگار
خشک کر کے دبدبے سے نیل کو مصر سے لاتا ہے اسرائیل کو
مُردہ رہ جیں مقبروں میں جسم کے (۴) زندہ ہو جاتی ہیں اس کے حکم سے
وجہِ ذاتِ عالم اک اس کا جمال اور عالم کی نجات اس کا جلال
ذرّہ اس کے سایہ سے مہر آشنا اعتبار اس سے ہے قدرِ زیست کا
زندگی بخش اس کا اعجازِ عمل کرتا ہے تجدید اندازِ عمل،
جلوے اس کے نقشِ پا سے آشکار طُور پر سَو سَو کلیم اس کے نثار
ہے اسی سے زیست کی تفسیرِ نَو دیتا ہے اس خواب کو تعبیرِ نو
ہستیٔ مکنوں ہے اسکی رازِ زیست ناشنیدہ اک نوائے سازِ زیست
طبعِ مضموں بندِ فطرت خوں ہے جب شعر اس کی ذات کا موزوں ہو تب
ہے ہماری خاک کی منزل فلک دیکھیں گے اس گردمیں اس کی جھلک
راکھ ہی میں ہے ہمارے آج، کی 'کل' کی عالم سوز روشن آگ بھی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بس ہمارا غنچہ ہے گلشن لیے ۔۔۔ آنکھ یہ روشن ہے گل کے نور سے
اے سوارِ اشہبِ دوراں اب آ ۔۔۔ اے فروغِ دیدۂ امکاں اب آ
رونقِ ہنگامۂ ایجاد ہو ۔۔۔ آ، ہماری آنکھوں میں آباد ہو
شورشِ اقوام کو خاموش کر ۔۔۔ نغمہ اپنا اب بہشتِ گوش کر
اُٹھ کے قانونِ اخوّت ساز دے ۔۔۔ پھر ہمیں صہبائے اُلفت چاہیے
پھر جہاں کو بخش دے ایّامِ صلح ۔۔۔ جنگ بازوں کو سُنا پیغامِ صلح
نوعِ انساں کشت اور حاصل ہے تو ۔۔۔ کاروانِ زیست کی منزل ہے تو
گر گئے جورِ خزاں سے برگ و بار ۔۔۔ آ ہمارے باغ میں مثلِ بہار
دیکھ لے طفل و جوان و پیر سب ۔۔۔ شرمساری سے ہیں سجدہ ریز اب

تیری ہستی سے جو ہم ہیں سرفراز
سوز اس دنیا کا ہے اپنا گداز

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شرحِ اسرارِ اسمائے علی مرتضیٰؓ (۱)

"مسلمِ اوّل شہِ مرداں علیؓ"
عشق کا سرمایۂ ایماں علیؓ

ان کے کنبے کی ولا سے زندہ ہوں
دہر میں مثلِ گہر تابندہ ہوں

مثلِ نرگس ہوں نظارے کی لگی
بوئے آوارہ ہوں اُن کے باغ کی

اُن سے میری خاک میں زمزم کا جوش
میرے انگور ان کے دم سے میفروش

اُن کی ضو سے آئینہ ہے میری خاک
دیکھ میرے سینے میں نغماتِ پاک

ان کے رخ سے ہی نبی نے فال لی
شان و شوکت ان سے ملت کو ملی

قوتِ دینِ مبیں ہے ان کی بات
ان کے کنبے سے ہے نظمِ کائنات

نام پیغمبرؐ نے رکھا بوتراب
اور یداللہ کہتی ہے اُمّ الکتاب

جو ہے دانائے رموزِ زندگی
جانتا ہے سرِّ اسمائے علیؓ

"تن" ہے جس کا نام وہ بے نور خاک
عقل جس کے ظلم سے ہے سینہ چاک

پست جس سے فکرِ عالی ہو گئی
کان بہرے آنکھ نابینا ہوئی

یہ ہے شمشیرِ ہوس تولے ہوئے
راہی اس رہزن پر آخر مر مٹے

شیرِ حق نے خاک یہ تسخیر کی
یہ گلِ تاریک بھی اکسیر کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

حق میں ان کی تیغ سے ہے آب و تاب — فتحِ ملکِ تن سے وہ ہیں بوتراب

مردِ کشور گیر کرّاری سے ہے — آن اس میں صرف خودداری سے ہے

ہوتا ہے آفاق میں جو بوتراب (۱) — لوٹتا ہے اس کی خاطر آفتاب

تن پہ اپنے جو بھی قابو پا گیا — وہ نگینِ خاتمِ دولت بنا

فاتحِ خیبر ہے دنیا میں وہی — ساقیِ کوثر ہے عقبیٰ میں وہی

وہ خودآگاہی سے ہے دستِ خدا — اور یدُاللّٰہی سے ہے فرماں روا

ہے وہی دروازۂ شہرِ علوم — زیرِ فرماں اس کے نجد و چین و روم

حکمراں ہو تو بھی اپنی خاک پر — اپنے انگوروں کی مے سے شغل کر

خاک ہونا مذہبِ پروانگی — "بوترابیّت" میں ہے مردانگی

سنگ بن اے مثلِ گل نازک بدن — تاکہ ہو بنیادِ دیوارِ چمن

اپنی مٹی سے تو اک آدم بنا — اور اس آدم سے اک عالم بنا

تو بنا پایا نہ گر دیوار و در — غیر اس مٹی سے بنوائیں گے گھر

اے کہ جورِ چرخ سے ہے آج تنگ — جام تیرا شاکیِ بیدادِ سنگ

آہ و زاری اور ماتم تا بہ کے — سینہ کوبی ہائے پیہم تا بہ کے

بس عمل ہی میں ہے مضمونِ حیات — لذتِ تخلیق قانونِ حیات

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اٹھ کے خلاقِ جہانِ تازہ ہو — شعلہ در دامن خلیل آوازہ ہو
ہے جہاں دشمن تو اس سے ساز کیوں — تو ہو میداں میں سر انداز کیوں
مردِ خوددار اور جو ہے پختہ کار — اس کا ساتھی ہے مزاجِ روزگار
سازگار اس کو نہ ہو گر یہ جہاں — ہوتا ہے تب وہ حریفِ آسماں
کرتا ہے تبدیل موجودات کو — دیتا ہے ترکیبِ نو ذرات کو
گردشِ ایام لوٹاتا ہے وہ — چرخ نیلی فام ٹھہراتا ہے وہ
اپنے دم سے کرتا ہے وہ آشکار — عہدِ نو جو اس سے ہوگا سازگار
شانِ مردانہ نہیں گر زیست کی — مرنا، مُردوں کی طرح ہے زندگی
جانچتا ہے صاحبِ قلبِ سلیم — اپنا دم پیشِ مہماتِ عظیم
مشکلوں سے عشق کرنا چاہیے — پھول چُن مثلِ خلیل اس آگ سے
ممکناتِ زورِ مردِ کارداں — ہوتے ہیں مشکل پسندی سے عیاں
بزدلوں کا حربہ بیزاری ہے بس — زیست کا آئین یہ جاری ہے بس
زندگانی قوتِ پیدا ہے صرف — اصل اس کی ذوقِ استیلا ہے صرف
ضعف اس کا کیا ہے؟ عفوِ ناروا — سکتہ ہے یہ زندگی کے شعر کا
جو بھی ذلت کے گڑھے میں بس گیا — ناتوانی کو قناعت کہہ اٹھا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

زندگی سے یہ چرا لیتی ہے دم — جھوٹ اور ڈر کو بھی دیتی ہے جنم

ناتوانی میں نہیں خوبی کوئی — دودھ پر پلتی ہے اس کے ہر بدی

ہوشیار اے صاحبِ عقلِ سلیم — گھات میں بیٹھا ہوا ہے یہ غنیم

دھوکا مت کھانا اگر ہوشیار ہے — یہ بھی گرگٹ کی طرح مکّار ہے

اس کو پہچانے نہ اکثر دیدہ ور — پردے ڈالے اس کے روئے نحس پر

رحم و نرمی اس کے پردے بن گئے — انکسار اک آڑ ہے اس کے لیئے

گاہ پنہاں شکلِ مجبوری میں ہے — اور کبھی پوشیدہ معذوری میں ہے

رخ تن آسانی اسی کا ہو گیا — صاحبِ قوت کا دل اس نے لیا

زور سچ کے ساتھ لیتا ہے جنم — تو ہے خود آگہ تو یہ ہے جامِ جم

زندگی کھیتی ہے حاصل زور ہے — شرحِ رمزِ حق و باطل زور ہے

مدعی قوت سے گر ہے خود کفیل — اس کا دعویٰ آپ ہے اپنی دلیل

آتی ہے باطل میں اس سے شانِ حق — خود کو حق کہہ اٹھتا ہے بطلانِ حق

اس کا "کُن" زہراب کو کوثر بنائے — (۱) خیر کو گر شر کہے تو شر بنائے

تو کہ آدابِ امانت سے ہے دور — دونوں عالم سے ہے بہتر کر شعور

ہو رموزِ زندگی سے باخبر — بے دھڑک بس ظلمِ غیر اللہ پہ کر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بن کے مختارِ حواس اب زندہ رہ
پھر اگر بھٹکے مجھے دیوانہ کہہ

(۱۲)

حکایت

مَروْ کا ایک نوجوان حضرت سید مخدوم علی ہجویری کی خدمت میں آیا اور دشمنوں کے ظلم کا شکوہ کیا،

سیدِ ہجویر مخدومِ اُمم (۱) خواجہؒ جن کی قبر کو سمجھے حرم
توڑ کر سب بندہائے کہسار ہند میں لائے جو سجدوں کی بہار
عہدِ فاروقؓ ان سے تازہ ہو گیا (۲) حق کا ان کی بات سے شہرہ ہوا
پاسبانِ عزتِ اُمّ الکتاب تھا انہیں سے خانۂ باطل خراب
خاکِ پنجاب ان کے دم سے جی گئی ان کے سورج سے سحر ہم کو ملی
عاشق اور خود قاصدِ طیارِ عشق سر بسر اک مظہرِ اسرارِ عشق
کرتا ہوں اب اک کمال ان کا بیاں غنچے میں کرتا ہوں مضمر گلستاں
نوجواں قامت کشیدہ مثلِ سرو آیا تھا لاہور میں اک مردِ مَرو
پہنچا پیشِ سیدِ والا جناب تا کہ ظلمت دور کر دے آفتاب

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar.

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بولا محصورِ صفِ اعدا ہوں میں / پتھروں کی زد میں اک مینا ہوں میں

کیجیے تعلیم اے گردوں مکاں / زندہ رہنا دشمنوں کے درمیاں

پیرِ دانا جن کی ہستی ہیں جمال / تھا اسیرِ رشتۂ مہر و جلال

بولے اے نامحرمِ رازِ حیات / جان لے انجام و آغازِ حیات

چھوڑ دے اندیشۂ اغیار کو / قوتِ خوابیدہ ہے بیدار ہو

شیشہ جو نہی خود کو جانا سنگ نے / شیشہ بن کر اپنے ٹکڑے کر لیے

خود کو جب کمزور سمجھا راہرو / دے گیا وہ نقدِ جاں قزاق کو

آب و گل سمجھے گا خود کو تا کجا / شعلۂ طور اپنی مٹی سے اٹھا

تو قوی سے سرگراں ہوتا ہے کیوں / شکوہ سنجِ دشمناں ہوتا ہے کیوں

سچ یہ ہے دشمن بھی تیرا یار ہے / گرم اس سے ہی ترا بازار ہے

ہے خودی کی شان جس پر آشکار / کہتا ہے دشمن کو فضلِ کردگار

کشتِ انساں پر وہی ہے ابر بھی / ممکنات اس کے جگاتا ہے وہی

سنگِ رہ پانی ہے ہمت چاہیے / سیل کب رکتی ہے سدِّ راہ سے

راہ کا پتھر فسانِ تیغِ عزم / قطعِ منزل! امتحانِ تیغِ عزم

مثلِ حیواں کھانا اور پینا ہی کیا / گر بخود محکم نہیں جینا ہی کیا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تجھ کو گر محکم کرے زورِ خودی
توڑ دے چاہے تو دنیا آج ہی

مرنا ہے تو خود سے جا آزاد ہو
جینا ہے تو خود میں ہی آباد ہو

موت کیا ہے؟ از خودی غافل شدن
تو نے کیا سمجھا؟ فراقِ جان و تن!

کر خودی میں صورتِ یوسف مقام
تخت تک زنداں سے ہو محوِ خرام

بس خودی کی سوچ مردِ کار بن
مردِ حق بن حاملِ اسرار بن

قصّوں میں اب راز افشا کیوں نہ ہو
زورِ دم سے غنچہ بھی وا کیوں نہ ہو

"خوشتر آں باشد کہ سرِّ دلبراں
گفتہ آید در حدیثِ دیگراں"

حکایت

اُس چڑیا کی جو پیاس سے بے تاب تھی

ایک چڑیا پیاس سے تھی ناتواں
دم تھا اس کے سینے میں جیسے دھواں

باغ میں ہیرے کا ٹکڑا دیکھ کر
قطرۂ آب اس کو سمجھی خیرہ سر

تھا فریبِ ریزۂ خورشید تاب
وہ حماقت سے جسے سمجھی تھی آب

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آبِ گوہر میں کہاں ملتی نمی — پیاس اس کو پاکے بھی باقی رہی

بولا ہیرا اے گرفتارِ ہوس — تیز مجھ پر کی ہے منقارِ ہوس

دیکھ میں ساقی نہیں قطرہ نہیں — میں کسی کے واسطے جیتا نہیں

مجھ کو کیا تو توڑے گی تو اے خیرہ سر — اے حیاتِ خود نما سے بے خبر

باز کی منقار مجھ پر ٹوٹ جائے — چاٹ لے گر آدمی دم چھوٹ جائے

مدّعائے دل نہ چڑیا کو ملا — ہیرا اس کو چھوڑنا ہی پڑ گیا

حسرت اس کے دل میں گویا ایسی — اب نہ تھا کیا تھی بس اک فریاد تھی

شاخِ گل پر قطرۂ شبنم بھی تھا — مثلِ اشکِ چشمِ بلبل رو نما

تابِ کرنوں کے لیے محوِ سپاس — لرزہ تن میں دل میں سورج سے ہراس

ایک گر دوں زادہ وہ بے چین سا — خود نمائی کو تھا دم بھر رک گیا

غنچہ دِگُل سے جو دھوکے کھا گیا — زندگی سے اس نے کچھ سیکھا نہ تھا

مثلِ اشکِ عاشقِ دل دادہ تھا — زیبِ مژگاں گرنے پر آمادہ تھا

پیاسی چڑیا زیرِ شاخِ گل گئی — بوند شبنم کی دہن میں آ گری

چاہتا ہے دشمنوں سے گر مفر — پوچھتا ہوں کیا ہے؟ قطرہ یا گہر؟

پیاس کی گرمی سے جب چڑیا جلی — دوسرے کی زندگی اپنا گئی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سخت گوہر کی طرح قطرہ نہ تھا　　ہیرا باقی رہ گیا وہ چل بسا
ہو نگہبانِ خودی اے جانِ من　　ریزۂ الماس بن شبنم نہ بن
پختہ فطرت صورتِ کہسار ہو　　حاملِ صد ابرِ دریا بار ہو
خود کو پہچان اپنے ہی ایجاب سے　　چاندی بن جا اپنے ہی سیماب سے

نغمہ زا ہو چھیڑ کر تارِ خودی
آشکارا کر دے اسرارِ خودی

ہیرے اور کوئلے کی کہانی

کرتا ہوں ظاہر حقیقت اک نئی　　اب سناتا ہوں کہانی دوسری
کان میں ہیرے سے بولا کوئلہ　　تو امیں ہے لازوال انوار کا
ہم ہیں ہمدم ایک سی ہے ہست و بود　　ایک ہے دراصل دونوں کا وجود
میں یہاں مرتا ہوں ٹھکرایا ہوا　　تاجِ شاہی سے ترا رشتہ ہوا
قدر میں بہتر ہیں مجھ سے گرد و خاک　　حسن سے تیرے دلِ آئینہ چاک
نورِ آتش داں ہیں میرے خال و خد　　راکھ تک ہے بس مرے جوہر کی حد

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مجھ کو پامالی نصیبوں سے ملی — میری ہستی کو سبھی نے آگ دی

اس سر و ساماں پہ رونا چاہیے — کیا ہیں اس ہستی کے اجزا جان لے

میں دھواں ہوں ایک پیوستہ غبار — میری دولت ہے فروغِ یک شرار

تو بہر انداز تارا بن گیا — ہیں ہر اک پہلو سے جلوے رونما

گاہ نورِ دیدۂ قیصر ہے تو — گاہ زیبِ دستۂ خنجر ہے تو

بولا ہیرا - اے رفیقِ نکتہ بیں — پختہ ہو کر راکھ بنتی ہے نگیں

ہوتی ہے حالات سے جب اسکی جنگ — سخت ہو جاتی ہے وہ مانندِ سنگ

پختہ ہو کر تن مرا روشن ہوا — میرا سینہ جلووں کا مخزن ہوا

خوار ہے تو اس وجودِ خام سے — جل رہا ہے نرمیِ اندام سے

چھوڑ دے خوف و غم و وسواس کو — پختہ مثلِ سنگ ہو الماس ہو

ہوتے ہیں اس سے دو عالم مستنیر — جو یہاں ہو سخت کوش و سخت گیر

سنگِ اسود بھی بنا ہے خاک سے — رونما جو ہے حرم کے چاک سے

رتبہ اس کا طور سے برتر ہے اب — بوسہ گاہِ اسود و احمر ہے اب

ہے صلابت آبروئے زندگی
ناتوانی کیا ہے؟ خامی ناکسی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۱۳

حکایتِ شیخ و برہمن اور مکالمۂ گنگا و ہمالہ

اس معنے میں کہ روایاتِ مخصوصۂ ملّیہ پر گرفت مضبوط رکھنے سے حیاتِ ملّیہ کا تسلسل برقرار رہتا ہے

برہمن کاشی میں تھا اک محترم — تھا وہ غوّاصِ یمِ بود و عدم
فلسفے سے خوب نسبت تھی اسے — حق پرستوں سے ارادت تھی اسے
ذہن ندرت کوش تھا گیرا بھی تھا — عقل تھی بامِ ثریا تک رسا
تھے خیالات اس کے نادر اور بلند — فکر کے شعلے پہ مہر و مہ سپند
خوں سے گو مینائے دل رنگین ہوئی — دورِ حکمت کی رہی ساقی گری
جال باغِ علم میں اس نے بچھائے — طائرِ معنے نہ لیکن ہاتھ آئے
فکر کے ناخن سے خوں اسکے بہا — عقدۂ بود و عدم الجھا رہا
آہ برلب مظہرِ حرماں ہوا — چہرہ غمّازِ دلِ حیراں ہوا
ایک دن اک شیخِ کامل سے ملا — جس کے سینے میں تھا دل انسان کا
بات اس نے شیخ کی سُن لی سبھی — اور لبوں پر مُہرِ خاموشی رکھی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بولا شیخ، اے طائفِ اوجِ سما — خاک سے عہدِ وفا کر لے ذرا
چونکہ تیرا فکر ہے گردوں نورد — اس لیے اب تو ہے اور صحرا کی گرد
کچھ تو نسبت اس زمیں سے بھی رہے — جستجو ہی کیوں ستاروں کی رہے
میں نہیں کہتا صنم بیزار ہو — کفر تو شائستۂ زنّار ہو
"اے امانت دارِ تہذیبِ کہن" — دیکھ امت ٹھکرا نہ بزرگوں کا چلن
ہے اگر ملّت میں جمعیت سے جاں — کفر بھی ہے اس کی اک قدرِ گراں
کافری میں بھی جو تو کامل نہیں — لائقِ طوفِ حریمِ دل نہیں
دونوں سے ہے جادۂ تسلیم دُور — تجھ سے آذر مجھ سے ابراہیم دُور
اپنا مجنوں عاشقِ محمل نہیں — وہ جنونِ عشق میں کامل نہیں

دل سے جب نورِ خودی جاتا رہا

ان فلک پیمائیوں سے فائدہ ؟

دامنِ کوہِ ہمالہ تھام کر — رودِ گنگا نے کہا اے نامور
تو ازل کی صبح سے ہے یخ بدوش — جسم دریاؤں سے ہے زنّار پوش
گرچہ فیضِ حق سے یہ رفعت ملی — طاقتِ رفتار لیکن چھن گئی
جبکہ تجھ میں دم نہیں رفتار کا — رفعت و تمکین سے کیا ہے فائدہ؟

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وجہ ہستی ہے خرام پے بہ پے　　زندگی تو موج کی بہنے سے ہے
کوہ نے دریا سے جب طعنہ سُنا　　ایسا بھرا بحرِ آتش ہو گیا
بولا۔ سُن لے تو ہے مشاطہ مری　　تجھ سی ندیاں پالتا ہوں میں کئی
یہ ترا چلنا ہے سامانِ فنا　　خود سے جو گزرا ہے شایانِ فنا
کیا ہے تو۔ اس کی نہیں تجھ کو خبر　　ناز کرتی پھرتی ہے نقصان پر
خود سمندر کے حوالے ہو گئی　　نقدِ جاں رہزن کے آگے رکھ چلی
گلستاں میں مثلِ گُل ہو خود شناس　　بہرِ نشرِ بو نہ جا گلچیں کے پاس
زیست ہے اپنی جگہ بالیدگی　　اور چُنتے رہنا گلہائے خودی
میں اٹل کل بھی تھا اور ہوں آج بھی　　تو یہ سمجھی دور ہے منزل مری
میں ہوا بالیدہ اونچا اُٹھ گیا　　میرا دامن بسترِ پرویں ہوا
ہے سمندر میں تری ہستی تباہ　　میری چوٹی مہر و مہ کی سجدہ گاہ
دیکھتی ہے آنکھ اسرارِ فلک　　سنتا ہوں آوازِ پروازِ ملک
جل چکا جب سوزِ سعی و جہد سے　　تب کہیں لعل و گہر مجھ کو ملے
در درونم سنگ و اندر سنگ نار (٭) آب را بر نارِ من نبود گزار

(٭) مولانا روم بہ تغیرِ الفاظ — مجھ میں پتھر اور پتھر میں آگ ہے + میری آگ پر پانی کا گزر ممکن نہیں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قطرہ ہے تو خود کو نیچے مت گرا　　لڑ سمندر سے بھپر کر اٹھ ذرا
آب گوہر لے کے گوہر ریزہ بن　　بہرِ گوشِ حسن اک آویزہ بن
یا خود افزا بن سبک رفتار بن　　ابر برق انداز و دریا بار بن
بحرِ طوفانوں کی تجھ سے بھیک لے　　شکوہ سنجِ تشنگیِ داماں رہے
خود کو وہ موجوں سے کم تر جان لے
تیرے قدموں میں پڑا بہتا رہے

(۱۴)

مسلمان کی حیات کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ ہے اور وہ جہاد جس کی محرک ہوسِ ملک گیری ہو مذہب اسلام میں حرام ہے

رنگ سے اللہ کے دل رنگ لے　　عشق کو ناموس و نام و ننگ دے
عشق ہو مسلم میں تو قاہر ہے وہ　　ہو نہ گر عاشق تو اک کافر ہے وہ
تابعِ حق رکھتا ہے وہ چشم و گوش　　خوابِ بیداری اور اپنا خورد و نوش
مرضیِ حق اس کی مرضی میں سمائے　　قول یہ لوگوں کو باور کیسے آئے
حق کا میداں ہے اسی کی خیمہ گاہ　　نوعِ انساں پر وہی ہے بس گواہ
ہیں گواہ اس کے نبیِ انس و جاں　　شاہد اک صادق ترینِ شاہداں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قال چھوڑا اور روشناس حال ہو　　کر منور ظلمتِ اعمال کو
شانِ درویشی ہے کشور دار بن　　مردِ حق آگاہ و واقف کار بن
ہر عمل ہو بہرِ حق اے خوش خصال　　تاکہ ہو تجھ سے عیاں حق کا جلال
صلح شر ہے مدعا ہو جس کا غیر　　مدعا اللہ ہو تو جنگ خیر
ہو نہ جس سے حق کی عظمت آشکار　　قوم کو وہ جنگ کر دیتی ہے خوار
"حضرت شیخ میاں میر ولی"　　ہر خفی ہے نور سے جن کے جلی
تھا طریقِ مصطفیٰ ان کا شعار　　عشق و الفت کے تھے سازِ نغمہ بار
مرکزِ ایماں ہے میرے شہر کا ط　　ان کا مرقد مشعلِ نورِ ہدیٰ
ان کے در کو چومتا ہے آسماں　　تھا مرید ان کا شہِ ہندوستاں
وہ کمندِ حرص میں جب آ گیا　　ملک گیری کا ارادہ کر لیا
اور ہوس کی آگ تھی اتنی شدید　　تھا زبانِ تیغ پر ھل من مزید
تب دکن میں شورشِ بسیار تھی　　فوجِ شہ مصروفِ گیر و دار تھی
شاہ پہنچا آستانِ شیخ پہ　　تاکہ مل جائے دعائے زود اثر
سوئے حق ہوتا ہے مسلم کا سفر　　ہو دعا سے تاکہ کوشش کارگر
شیخ نے شہ کی سنی اور چپ رہے　　اور سب درویش بھی خاموش تھے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اک مرید اتنے میں اک درہم لیے　　بولا خاموشی کا جادو توڑ کے

لیجئے یہ نذرانہ اے روشن ضمیر　　راہِ حق گم کردگاں کے دستگیر

تر ہوئی ہے جب پسینے سے جبیں　　تب بچا پایا ہوں یہ درہم کہیں

شیخ نے فرمایا درہم بخش دو　　جامہِ شاہی میں اس کنگال کو

حکمراں افلاک و بحر و بر کا ہے　　پھر بھی یہ مفلس زمانے بھر کا ہے

خوان پر غیروں کے ہیں نظریں لگی　　بھوک سے اس کی یہ دنیا جل گئی

اک بلا ہے چل گئی جب اس کی تیغ　　مٹ گئی دنیا اٹھی جب اس کی تیغ

اس کی ناداری سے نالاں ہیں سبھی　　جس نے کمزوروں کی دنیا لوٹ لی

اس کی سطوت سے لٹے اہلِ جہاں　　یہ ہے رہزن نوعِ انساں کارواں

اُف خیالِ خود فریب و فکرِ خام　　رکھ لیا تاراج کا تسخیر نام

فوجِ شاہی ہو کہ ہو فوجِ غنیم　　دونوں اس کی بھوک سے اب ہیں سقیم

مرتے ہیں سائل تو اپنی بھوک سے　　ملک و ملت حکمراں کی بھوک سے

جس کا خنجر بہرِ غیر اللہ اٹھا
اپنے خنجر سے وہ خود مارا گیا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(۱۵)

میر نجات نقش بند المعروف بہ بابائے صحرائی کی نصیحت
جو ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے تحریر کی گئی

تو کہ مثلِ گُل اُگا ہے خاک سے — تو بھی فرزندِ خودی ہے جان لے
جَم خودی پیدا اور بقا انجام بن — قطرہ ہو کر بھی محیط آشام بن
تو کہ ہے نورِ خودی سے ضو فشاں — کر خودی محکم تو ہوگا جاوداں
نفع ہے جس میں یہ ہے سودا وہی — ہے تحفظ سے اسی کے خواجگی
نیستی کا ڈر ہے ہستی کو تری — میرے پیارے بھول یہ کیسی ہوئی
چونکہ سمجھا ہوں حقیقت زیست کی — آ بتاؤں تجھ کو کیا ہے زندگی
غوطہ کھانا خود میں مانندِ گہر — پھر اُٹھانا اپنی خلوت گہ سے سر
جمع کرنا راکھ کے نیچے شرر — شعلہ بنتا اور جلا دینا نظر
ہاں جلا دے تہمتِ کسبِ علوم — شعلۂ جوّالہ بن گرد اپنے گھوم
زندگی ہے طوفِ دیگر سے نجات — کعبہ خود کو جاننا اے خوش صفات
اڑ کے جذبِ خاک سے آزاد رہ — مثلِ طائر بھول جا اُفتاد کو
گر نہیں طائر تو پھر اے دیدہ ور — غار کے منھ پر بسیرا بھی نہ کر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تو کہ کوشاں ہے پئے کسبِ علوم — سنتا جا مجھ سے پیامِ پیرِ روم
”علم را بر تن زنی مارے بود (*) علم را بر دل زنی یارے بود“
سن چکا ہے؟ قصّہ استادِ روم — جو حلب میں دیتا تھا درسِ علوم
وہ جو تھا پابندِ توجیہاتِ عقل — اور غریقِ دخمۂ ظلماتِ عقل
موسیِٔ ناواقفِ سینائے عشق — سوزِ دل میں اور نہ کچھ سودائے عشق
کچھ تشکّک اور کچھ اشراق سے — گفتگو تھی گوہرِ حکمت لیے
نکتہ ہائے قولِ مشائیں جو تھے (۱) اس کے نورِ فکر سے روشن ہوئے
ہر طرف رکھتا تھا انبارِ کتب — لب بہ رقصاں شرحِ اسرارِ کتب
پیرِ تبریزیؒ کہ تھا حکیمِ کمالؒ (۲) پہنچے اک دن مکتبِ ملّا جلال
اور فرمایا یہ قیل و قال کیوں — یہ قیاس و وہم و استدلال کیوں
مولوی بولا خموش اے بے خبر — طنز ایسے قولِ حکمت پر نہ کر
میرے مکتب سے نکل۔ باہر تو جا — یہ ہے قیل و قال تو سمجھے گا کیا
”قال“ میرا جس سے تو ہے اجنبی — روشنی ہے شیشۂ ادراک کی“

(*) علم ہو تن کے لئے تو مار ہے — علم ہو دل کے لیے تو یار ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سوزِ شمس رحؒ اس بات سے بڑھنے لگا — جانِ تبریزی سے اک شعلہ اٹھا
فرش پہ برقِ نظر فوراً گری — سوزِ دم سے خاک شعلہ بن گئی
خرمنِ ادراک جس سے جل اٹھا — فلسفی کا سارا ذخیرہ راکھ تھا
مولوی ناواقفِ اعجازِ عشق — "ناشناسِ نغمہائے سازِ عشق"
چیخ اٹھا یہ آگ پیدا کیسے کی — سب متاعِ علم و حکمت پھونک دی
شیخ بولے "مسلمِ کفر آشنا — یہ ہے ذوق و حال تو سمجھے گا کیا
حال میرا ہے سمجھ سے تیری دور — کیمیا ہے میرے اس شعلے کا نور
تو نے پائی برفِ حکمت سے بہا — ہے سحابِ فکر تیرا ژالہ بار
آگ ان تنکوں سے پیدا کر ذرا — شعلہ اپنی خاک کو تو بھی بنا"
علمِ مسلم سوزِ دل کا نام ہے (۱) ترکِ آفل معنیِ اسلام ہے

تارکِ آفل جب ابراہیمؑ تھے
شعلوں کے نرغے میں خوش بیٹھے رہے

علمِ حق تیری نظر سے گر گیا — نقدِ دیں روٹی کی خاطر دے دیا
جستجو نے سرمہ میں ہے ذرہ بدلہ — اپنی آنکھوں کی سیاہی بھول کر
مانگ اب خنجر سے آبِ زندگی — اژدہے کے منہ سے گوہر کی نمی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سنگِ اسود لے درِ بت خانہ سے — مشک کا نافہ سگِ دیوانہ سے

سوزِ عشق اور دانشِ حاضر ہے خوب — کیفِ حق اور ساغرِ کافر ہے خوب

ہیں کہ مدت تک تگ و دو میں رہا — راز دانِ دانشِ نو ہو گیا

باغبانوں نے لیا جب امتحاں — تب بتایا راز دارِ گلستاں

گلستاں یہ عنبریوں کا لالہ زار — کاغذی پھولوں کی ہے اس میں بہار

چھوڑ کر آیا ہوں جب یہ گلستاں — نخلِ طوبیٰ پر ہے میرا آشیاں

دانشِ نو ہے حجابِ عقل و ہوش — بت تراش و بت پرست و بت فروش

یہ حدودِ حس میں گھر کر رہ گئی — قیدِ زندانِ مظاہر میں ہوئی

اور صراطِ زندگی سے گر گئی — پھیر لی اپنے گلے پر خود چھری

لائقِ تر کہیے اس کی آگ کو — شعلہ سرد اتنا کہ اولا بھی نہ ہو

اس کی فطرت سوزِ الفت سے تہی — جستجو کے ذوق سے عاری رہی

عشق ہے دانائے علت ہائے عقل — جس کے نشتر سے کٹے سودائے عقل

کُل جہاں ساجد ہے اور مسجودِ عشق — بتکدے ہیں عقل کے محمودِ عشق

عشق اس دانش میں دیکھا ہے کہیں!

شورِ "یارب" اس کی راتوں میں نہیں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تو نے اپنی قدر پہچانی نہیں / غیر کی عظمت پہ کر بیٹھا یقیں

مثلِ نے خود سے ہی خالی ہو گیا / ہو گیا عاشق نوائے غیر کا

اے گدا دریوزہ چینِ خوانِ غیر / خواہش اپنی شے کی اور دکّانِ غیر

بزم میں شعلے چراغِ غیر سے / جل گئی مسجد شرارِ دیر سے

جب سوادِ کعبہ سے آہو ہٹا / ناوکِ صیّاد کی زد میں گیا

مثلِ بوئے گل پریشاں بے محل / خود سے تو بھاگا ہے اپنے رخ پہ چل

تو کہ ہے قرآں کی حکمت کا امیں / ڈھونڈ لے کھوئی ہوئی وحدت کہیں

قلعۂ ملّت کے گو درباں ہیں ہم / چھوڑ کر مذہب نہیں کافر سے کم

اب کہاں پہلی سی وہ ساقی گری / بزمِ رندانِ حجازی لٹ چکی

بت ہمارے کعبے میں اب آ گئے / خندہ زن اسلام پر کافر ہوئے

اور بتوں کے عشق میں دیں ہار کے / کفر جوڑا شیخ نے اسلام سے

بال جن کے ہوں سفید اب وہ ہیں پیر / کھیل بچوں کا بنے ہیں یہ شریر

قلب ان کا لا الہ بیگانہ ہے / حرص کے اصنام کا بت خانہ ہے

ہو گیا ہر زلف والا خرقہ پوش / آہ یہ سوداگرانِ دیں فروش

چیلے لے کر ساتھ روز و شب سفر / دردِ ملّت سے ہیں ظالم بے خبر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آنکھیں اندھی چشمِ نرگس کی طرح — سینے خالی جیبِ مفلس کی طرح

واعظ و صوفی ہوئے منصب پرست — اعتبارِ قوم نے پائی شکست

اپنا واعظ ہے رہینِ بت کدہ — فتووں کا تاجر ہے مفتی آج کا

دوستو سوچو کوئی تدبیر آج

چل دیا بیٹھنے ہمارا بیڑہ آج

---

(۱۶)

اَلوَقتُ سَیفٌ (وقت تلوار ہے)

گُل فشاں ہو خاکِ پاکِ شافعیؒ — ان کی مے سے سب کو مستی مِل گئی

فکر نے ان کے کواکب چن لیے — سیفِ براں وقت کو وہ کہہ گئے

کیا بتاؤں راز اس شمشیر کا — تیغ ہے یہ حاملِ آبِ بقا

اس کا مالک فاتحِ امید و بیم — ہاتھ جس کا ہو کشش دستِ کلیم

سنگ اس کی ضرب سے ہوتا ہے تر — خشک ہو کر بحر بن جاتا ہے بر

دستِ موسیٰ میں یہی تلوار تھی — کب کوئی تدبیر انہیں درکار تھی

کردیا دریائے احمر اس نے چاک (۱) اور سمندر کو سکھایا مثلِ خاک

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ساعدِ حیدرؓ کہ خیبر گیر تھی	اس کی قوت بھی یہی شمشیر تھی
گردشِ افلاک پر کر بے نظر	انقلابِ روز و شب پر غور کر
لمحوں کے قید ہی بچشمِ غور دیکھ	اپنے دل میں ایک دنیا اور دیکھ
تخمِ ظلمت اپنے دل میں بو دیا (۱)	وقت کو بھی ایک خط سمجھا کیا
لے کے پھر پیمانۂ لیل و نہار	ناپنے بیٹھا ہے طولِ روزگار
کر لیا اس رشتے کو زنّار دوش	ہو گیا مثلِ بتاں باطل فروش
کیمیا تھا اور مشتِ گل بنا	سرِّ حق پیدا ہوا باطل بنا
اے مسلماں چھوڑ اس زنّار کو (۲)	شمعِ بزمِ ملتِ احرار ہو
تو کہ ہے اصلِ زماں سے بے خبر	ہے حیاتِ جاوداں سے بے خبر
روز و شب کی قید آخر کس لیے (۳)	لی مع اللہ سے ہی رازِ وقت لے
ہے سبھی کچھ زادۂ رفتارِ وقت	زیست ہے منجملۂ اسرارِ وقت
نیّرِ تاباں نہیں اصلِ زماں	وقت تو ہے وہ نہیں ہے جاوداں
عیش و غم عاشورہ و روزِ عید وقت (۴)	سرِّ تنویرِ مہ و خورشید وقت
وقت کو مثلِ مکاں پھیلا دیا	امتیازِ دوش و فردا کر لیا
اڑ کے مثلِ بُو خود اپنے باغ سے	زنداں اک پیدا کیا اپنے لیے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وقتِ آدم کا نہیں کوئی سرا — یہ ضمیرِ آدمی سے ہے اُگا
زندہ اس کی معرفت سے زندہ تر — ہوتا ہے وہ صبح سے تابندہ تر

اصل میں ہیں ایک دہر و زندگی
لَاتَسُبُّوا الدَّهْرَ ہے قولِ نبیؐ (۱)

نکتہ سمجھاؤں تجھے اک مثلِ دُر (۲) — ہو تجھے پھر امتیازِ عبد و حُر
عبد کو چکراتے ہیں لیل و نہار — اور دلِ حُر میں ہے غلطاں روزگار
عبد روز و شب سے بُنتا ہے کفن — ہے یہی اس کے لیے بس پیرہن
آب و گِل سے ہو کے آخر حُر جُدا — پیرہن بُنتا ہے خود ایّام کا
عبد اک طائر بہ دامِ صبح و شام — لذّتِ پرواز ہے جس پر حرام
سینۂ حُر سینۂ چابک نفس — طائرِ ایّام کا سنگیں قفس
عبد ہے تحصیلِ حاصل کا اسیر — رکھتا ہے ایجاد سے خالی ضمیر
حلقۂ زنجیر میں اس کا قیام — شغل اس کا نالہائے صبح و شام
دم بدم ایجادِ نو کی حُر کو دُھن — ساز سے اُٹھتی ہے اس کے تازہ دُھن
اس کا دل تکرار پر آتا نہیں — دائرے میں وہ چلے جاتا نہیں
روز و شب ہیں عبد کی زنجیرِ پا — روتا ہے تقدیر کا رونا سدا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہمتِ حُر ہے قضا کی بھی مشیر — جس کے ہاتھوں حادثے صورت پذیر

آج اور کل سب ہیں اسکے حال میں — عجلتوں میں اس کی تاخیریں ملیں

بہ سخن صوت و صدا سے پاک ہے — ماورائے پنجۂ ادراک ہے

حرفِ معنٰے سے ہو شرمندہ مرا — شکوۂ معنٰے سے اس کو واسطہ؟

زندہ معنٰے حرف بن کر مر گیا — سوز اس کا تیرے دم سے چل بسا

دل ہے بس نکتۂ غیب و حضور — اور وہیں ہے رمزِ ایام و دہور

رکھتا ہے خاموش نغمہ سازِ وقت
ڈوب کر دل میں سمجھ لے رازِ وقت

آہ کیا دن تھے کہ سیفِ روزگار — تھی ہمارے آہنیں بازو کی یار

تخمِ دیں ہم نے دلوں میں بو دیا — عارضِ حق رونما ہم نے کیا

عقدے کھولے ہم نے دنیا کے سبھی — سجدوں سے قسمت جگا دی خاک کی

کی عطا صہبائے حق شام و سحر — کہنہ میخانوں پہ شبخوں مار کر

اے کہ تیرے شیشے میں ہے کہنہ مے — گرمیِ مے سے یہ شیشہ آب ہے

تو بہ ایں نخوت غرور و کبر و ظن — کیوں ہمارے حال پر ہے طعنہ زن

تھا ہمارا جام اک دن زیبِ بزم — سینے میں دل رکھتے تھے اور دل میں عزم

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہ ہماری گردِ پا کی ہے عطا　　عصرِ نو ہے جلووں سے آراستہ

کشتِ حق اپنے لہو سے سینچ دی　　اہلِ حق اس کے ہیں ممنون آج بھی

ہم سے ہی تکبیر دنیا کو ملی　　اپنی مٹی کعبوں کے کام آ گئی

حرفِ اِقْرَا ہم نے دنیا کو دیا　　حق نے ہم کو قاسمِ نعمت کیا

اب نہیں گر صاحبِ تاج و سریر　　ہم فقیروں کو نہ جان اتنا حقیر

تو سمجھتا ہے زیاں کار اب ہمیں　　خوار و فرسودہ ہیں تیری رائے ہیں

اعتبارِ لا الٰہ رکھتے ہیں ہم　　دونوں عالم پر نگہ رکھتے ہیں ہم

اور غمِ امروز و فردا چھوڑ کے　　ہم کسی سے عہدِ الفت کر چکے

قلبِ حق میں سرِ مکنوں ہیں ہمیں　　وارثِ موسیٰ و ہارون ہیں ہمیں

روشنی ہم سے ہے مہر و ماہ کی　　اس گھٹا میں بجلیاں بھی ہیں ابھی

ذاتِ حق کا آئینہ ہے اپنی ذات
ہم ہیں ہی آیاتِ حق کی ہیں صفات

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(۱۷)

دعا

پیکرِ ہستی میں تو ہے مثلِ جاں — کیوں گریزاں ہم سے ہے جانِ جہاں

سازِ ہستی میں ہے تجھ سے نغمگی — تجھ پہ جاں دینا ہے رشکِ زندگی

آ۔ سکونِ خاطرِ ناشاد ہو — آ کے پھر ان سینوں میں آباد ہو

پھر طلب کر ہم سے ننگ و نام کو — پختہ کر دے عاشقانِ خام کو

آج ہیں تقدیر سے بیزار ہم — تیرا نرخ اونچا ہے اور نادار ہم

مفلسوں سے مت چھپا اپنا جمال (۱) — کر دے ارزاں عشقِ سلمان و بلال

چشمِ بیخواب و دلِ بیتاب دے — اب ہمیں پھر فطرتِ سیماب دے

کر نمایاں ایک آیت پھر کہیں (۲) — تاکہ ہوں اعناقِ اعدا خاضعیں

اب بنا اس تنکے کو آتش فشاں — اور جلا دے اپنے غیروں کا جہاں

رشتۂ وحدت گیا جب ہاتھ سے — ہم مسلماں الجھنوں میں گھر گئے

تاروں کے مانند ہیں بکھرے ہوئے — تھے جو ہمدم آج بیگانے ہوئے

جزو بندی کر انہیں اوراق کی — عشق کے آئین کو دے تازگی

پھر شرف خدمت کا ہم کو بخش دے — عاشقوں سے اپنے کوئی کام لے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رہرووں کو منزلِ تسلیم دے   قوتِ ایمانِ ابراہیمؑ دے
شغلِ لا سے عشق کو آگاہ کر
آشنائے رمزِ الا اللہ کر

شمع ساں ہے دوسروں کا غم مجھے   سوزِ دل کی کہہ رہا ہوں بزم سے
یارب! اک آنسو کہ جو ہو دل فروز   دے قرارِ مضطر و آرامِ سینہ
باغ میں بو دل تو وہ شعلہ اگے   آگ جو دھوئے قبائے لالہ سے

یادِ ماضی اور کل کا انتظار   بزم میں تنہا ہوں ساتھی ہے نہ یار
دیکھیے جس کو وہ ہے ہمدم مرا   کوئی بھی میرا نہیں راز آشنا
ہم نفس دنیا میں میرا ہے کہاں   طور ہوں میں میرا موسیٰ ہے کہاں
اپنی جاں پر ظلم یہ میں نے کیا   پرورش دامن میں شعلہ کر لیا
شعلہ اک غارت گرِ سامانِ ہوش   جس نے خاکستر کیا دامانِ ہوش
عقل میں دیوانگی اس نے جگائی   علم کی ہستی کو آگ اس نے لگائی
مثلِ شبنم دیدۂ گریاں ہوا   سوزِ پنہاں دل کو آخر کھل گیا
شمع کو سوزِ عیاں میں نے دیا   چھپ کے سب سے خود مگر جلنے لگا
ہر بُنِ مو سے اٹھے شعلے ہزار   ہو گئی موجِ تخیل شعلہ بار

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میرے بلبل نے ترانے جگا لیے
اس کے نغمے آگ برسانے لگے

عصرِ نو کا سینہ ہے دل سے تہی
قیس ہے بے تاب لیلیٰ کھو گئی

جلنا تنہا شمع کا آساں نہیں
ایک پروانہ مرے شایاں نہیں

انتظارِ غم گسار اب تا بہ کے
جستجوئے رازدار اب تا بہ کے

انجم و مہ روشن ہیں تیرے نور سے
آگ اپنی مجھ سے یارب پھیر لے

یہ امانت پھیر لے اس سینے سے
خارِ جوہر کھینچ اس آئینے سے

یا مجھے اک ہمدمِ دیرینہ دے
عشقِ عالم سوز کو آئینہ دے

ہے مقدر موج موجول میں رہے
ساتھ ہمدم کے تڑپنا ہے اسے

تارے سے تارے کی بھی ہے دوستی
قرب کے زانو پہ ہے فرقِ ماہ بھی

دن اندھیری رات سے ہے ہمکنار
ہو گئے امروز و فردا رشتہ دار

نہر میں گم ہوتی ہے بیتاب نہر
اور خوشبو میں صبا کی تیز لہر

ہائے و ہو ہر دم ہے ویرانے کے ساتھ
رقص میں دیوانہ دیوانے کے ساتھ

گرچہ اپنی ذات سے یکتا ہے تو
اپنی خاطر ہی جہاں آرا ہے تو

کیوں مثالِ لالۂ صحرا ہوں میں
درمیانِ انجمن تنہا ہوں میں

چاہتا ہوں تجھ سے میں اک غمگسار
جو کہ ہو فطرت کا میری رازدار

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وہ جو دیوانہ بھی ہو فرزانہ بھی　　این و آں کی فکر سے بیگانہ بھی

تاکہ اس کی جاں کو اپنا شور دوں　　اس کے دل میں اپنا چہرہ دیکھ لوں

ڈھال دوں پیکر وہ اپنی خاک سے

خود بت و بُت گر بنوں جس کے لیے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایک وضاحت

"اسرارِ اقبال" میں جن کتابوں کی انگریزی عبارتوں کا ترجمہ پیش کیا گیا ہے ان کے نام (اردو ترجمے کے ساتھ) حسبِ ذیل ہیں۔ آئندہ سطور میں اردو ناموں ہی کا حوالہ دیا گیا ہے

اقبال :- اسلامی الٰہیات کی تشکیلِ جدید

IQBAL - Reconstruction of Religious Thought In Islam-LAHORE, 1944

ایس۔ اے واحد :- اقبال، اس کا فکر و فن

S. A. Vahid-Iqbal His Art & Thought

Lahore, 1944

اقبال: مکتوب بنام پروفیسر نکلسن (تعارف)

IQBAL - Letter to Prof. R A. Nicholson

(Introduction to Secrets of the self-LAHORE, 1944)

خواجہ غلام السیدین : اقبال کا فلسفۂ تعلیم

K.G. Saiyidain - Iqbal's Educational Philospby-

Lahore, 1945

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

،، وِل ڈوراں :- سرورِ فلسفہ

WILL DURANT – Pleasures of Philosphy
New York – 1953

پروفیسر نکلسن :- ترجمہ اسرارِ خودی

Prof. R.A. Nicholson, Secrets of the self - LAHORE,
1944

،، عربی ۔ فارسی اور انگریزی کی لغات

Dictionary, Persian, Arabic aad English by Francis Johnson, London–1852

،، اے ۔ ایچ ۔ جے نائٹ :- نطشے کی زندگی اور تصانیف کے چند رُخ

A.H.J. Knight – Some aspects of the life and work of Nietzche

---

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

حاشیے اور حوالے

صفحہ نمبر	حاشیہ نمبر	
۱۷	۱	اقبال :۔ ضربِ کلیم (وجود کیا ہے؟ فقط جوہرِ خودی کی نمود کر اپنی فکر کہ جوہر ہے بے نمود ترا)
	۲	اقبال :۔ بالِ جبریل (ساقی نامہ)
۱۸	۱	اقبال :۔ دیباچہ اسرارِ خودی (پہلا اڈیشن)
	۲	اقبال :۔ اسرارِ خودی
	۳	اقبال :۔ اسلامی الٰہیات کی تشکیلِ جدید، صفحات ۷، ۵۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۱۲۳
	۴	اقبال :۔ مکتوب بنام پروفیسر نکلسن (تعارف) صـ ۱۷
	۵	ایس۔ اے واحد :۔ اقبال، اس کا فکر وفن صـ ۲۴ (اس باب میں تخلیق اور تکوین کا فرق نظر انداز نہیں ہونا چاہیے۔)
۱۹	۱	قدر آفریں = Appreeiative مؤثر Efficient
	۲	آنات ۔ آن کی جمع ہے۔ آن بمعنے لمحہ۔ پل
۲۰	۱	اقبال : اسلامی الٰہیات کی تشکیل جدید صـ ۴۸-۴۹
	۲	برگساں (Henri Bergson) نامور فلسفی ایک برطانوی پولستانی یہودی کنبے کا فرد تھا۔ ۱۸۵۹ء میں پیرس میں پیدا ہوا۔ زمان اور وجدان کے بارے میں اس کے خیالات فکر انگیز ہیں۔ اس کا نظریہ "ارتقائے ظہوری" (Emergent Evolution) داستانِ ارتقا کا قابلِ غور باب ہے جس کے بموجب تخلیق وارتقا کا جوہر "جوشِ نمو" Elan Vital ہے۔
	۳	واحدۂ سربستہ = Closed off Unity
	۴	متکملیت = Perfeetion
۲۱	۱	اقبال : اسلامی الٰہیات کی تشکیلِ جدید صـ ۹۳

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صفحہ نمبر	شمار حاشیے	
۲۱	۲	اقبال :۔ اسلامی الٰہیات کی تشکیل جدید ص۷۷
	۳	اقبال: ” ” ص۴۵
	۴	حرکتِ موجی کی تیزی = Freqnency of Wave Movement
	۵	ہم اپنے موضوع کے اعتبار سے ”ارتعاشات“ کو درجات بھی کہہ سکتے ہیں
	۶	زمانِ متواتر = Serial Time.
		دوراں = Duration
۲۲	۱	اقبال :۔ اسلامی الٰہیات کی تشکیل جدید ص۵۰
	۲	اقبال :۔ ” ” ” ص۴۷-۴۸
	۳	قرآن مجید:۔ القمر (۵۴ ۔ ۵۰)
۲۳	۱	اقبال :۔ دیباچہ اسرارِ خودی (پہلا اڈیشن)
	۲	اقبال:۔ اسلامی الٰہیات کی تشکیل جدید ص۶۳
	۳	قرآن مجید :۔ (الاخلاص ۱۱۲)
۲۴	۱	حضرت علیؓ :۔ نہج البلاغۃ (خطبات) مطبوعہ لاہور ۱۹۶۳ء ص۱۲۱-۱۲۲
	۲	حضرت علیؓ:۔ ” ” ص۱۲۰
	۳	حضرت علیؓ:۔ ” ” ص۱۲۱
		(اللہ کے نفس میں حرکت پیدا نہیں ہوتی ۔)
	۴	حضرت علیؓ :۔ نہج البلاغۃ خطبات، ص۱۲۰
		(جس نے ذاتِ الٰہی میں تقسیم مانی وہ نادان ہے)
	۵	اقبال :۔ اسلامی الٰہیات کی تشکیل جدید ص۷۷ (بحوالہ ملا باقر)
۲۵	۱	اقبال :۔ بالِ جبریل (ساقی نامہ)
	۲	اقبال:۔ خودی کا وجود اس کی نمود وجود حق اور نمود حق سے ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صفحہ نمبر	شمار حاشیہ	
	۳۵	خواجہ غلام السیدین :۔ اقبال کا فلسفۂ تعلیم صہ ۲
۲۶	۱	اقبال :۔ مکتوب بنام پروفیسر نکلسن (تعارف) صہ ۱۹
	۲	اقبال :۔ اسلامی الٰہیات کی تشکیل جدید صہ ۱۱۷
	۳	اقبال :۔ بالِ جبریل (ساقی نامہ)
	۴	الیغو (Ego) سے (Self) بھی مراد ہوتی ہے۔ اردو میں یہ لفظ خودی اور اَنا کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ نفسیات کی وہ معروف اصطلاح جسے فرائڈ Sigmund Freud کے نظریات سے خاص نسبت ہے لیکن اقبال کی خودی اور فرائڈ کے الیغو میں کوئی قابلِ ذکر مشابہت تلاش کرنا بے سود ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اقبال، فرائڈ کے چند نتائج فکر کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے (اسلامی الٰہیات کی تشکیل جدید صہ ۲۵) لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ان کے تصورِ خودی کا خاکہ فرائڈ کے الیغو سے ماخوذ نہیں۔
		اقبال :۔ مکتوب بنام پروفیسر نکلسن (تعارف) صہ ۱۹
۲۷	۱	اقبال :۔ اسلامی الٰہیات کی تشکیل جدید صہ ۷۳
	۲	کشیدگی :۔ Tension
	۳	اقبال :۔ اسلامی الٰہیات کی تشکیل جدید صہ ۱۰۲
	۴	من امیت I-amness
		اقبال :۔ اسلامی الٰہیات کی تشکیل جدید صہ ۷۵
	۵	اقبال :۔ 〃 〃 〃 صہ ۸۹
	۶	ولِ دُوراں :۔ مسرتِ فلسفہ صہ ۲۹۳
	۷	اقبال :۔ مکتوب بنام پروفیسر نکلسن (تعارف) صہ ۲۰
۲۸	۱	اقبال :۔ 〃 〃 〃 صہ ۲۱-۲۲

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صفحہ | شمارِ حاشیہ

۲۸ ۲ قرآن مجید :- الاحزاب (۳۳ : ۷۲) ؛ اقبال :- اسلامی الٰہیات کی تشکیل جدید صفحہ ۸

۳ خواجہ غلام السیدین :- اقبال کا فلسفۂ تعلیم صفحہ ۲۸

۲۹ ۱ خواجہ غلام السیدین : " " صفحہ ۲۹

۲ ایس۔ اے واحد :- اقبال اس کا فکر و فن صفحہ ۴۵-۴۶

۳۰ ۱ اقبال :- مکتوب بنام پروفیسر نکلسن (تعارف) صفحہ ۲۲

۲ ایس۔ اے واحد : اقبال اس کا فکر و فن صفحہ ۵۶

۳ ایس۔ اے واحد :- " " صفحہ ۵۶

۴ اقبال :- مکتوب بنام پروفیسر نکلسن (تعارف) صفحہ ۲۷

۳۱ ۱ اقبال :- اسلامی الٰہیات کی تشکیل جدید صفحہ ۱۴۲

۲ یہ قول حضرت علیؓ سے بھی منسوب کیا جاتا ہے (ٹ۔ ج دی بوئر: تاریخ فلسفۂ اسلام۔ مترجمہ ڈاکٹر سید عابد حسین، مطبوعہ مکتبہ جامعہ دہلی ۱۹۳۶ء صفحہ ۲۷)

۳۳ ۱ اقبال :- بالِ جبریل (روحِ ارضی آدم کا استقبال کرتی ہے۔)

۳۴ ۱ اقبال :- اسرارِ خودی۔ ممکنات قوتِ مردانِ کار۔ گردد از مشکل پسندی آشکار

۲ اقبال :- پیامِ مشرق :- تو شب آفریدی چراغ آفریدم سفال آفریدی ایاغ آفریدم

۳ حضرت جلال الدین محمد بن بہاء الدین محمد بن الحسین البکری المعروف بہ مولانا روم ۶۰۴ھ میں بمقام بلخ پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ کم سنی ہی میں شیخ فرید الدین عطارؒ سے ملاقات ہو گئی تھی۔ شیخ نے ہونہار دیکھ کر اپنا اسرار نامہ عطا کر دیا۔ والد کے انتقال کے بعد کئی شہروں میں تعلیم مکمل کر کے قونیہ میں آکر ٹھہر گئے۔ اسی دوران شمس تبریزؒ کے مرید ہوئے۔ جو کچھ عرصے کے بعد قونیہ چھوڑ کر اپنے وطن تبریز چلے گئے۔ ان کے فراق میں مولانا کے دل کا سوز و گداز اتنا بڑھا کہ عالم وارفتگی میں وہ اشعار

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صفحہ	شمار حاشیہ	
		کہی جن کا مجموعہ مشہور و معروف "مثنوی مولانا روم" ہے۔ ۱۲۷۳ء میں وفات پائی مزار مبارک قونیہ (ترکی) میں ہے (مہدی حسن ناصری:۔ صنادید عجم۔ الہ آباد ۱۹۲۴ء ص ۱۸۶-۱۸۸)
۳۵	۱؎	بے ہودہ کوشش سوتے رہنے سے بہتر ہے۔
	۲؎	ایس۔ اے واحد:۔ اقبال اس کا فکر و فن ص ۹۷
۳۷	۱؎ ۲؎ ۳؎ ۴؎	اقبال:۔ بال جبریل (ساقی نامہ)
۳۰	۱؎	اقبال:۔ پیام مشرق۔ تو اگر زندگی کے راز سے واقف ہے تو ایسے دل کو تلاش نہ کر اور ایسا دل مت لے جو خار آرزو کی خلش سے عاری ہو۔
	۲؎	اقبال:۔ مکتوب بنام پروفیسر نکلسن (تعارف) ص ۲
۳۹	۱؎	خواجہ غلام السیدین:۔ اقبال کا فلسفۂ تعلیم ص ۵۵
	۲؎	ڈاکٹر یوسف حسین خاں:۔ روحِ اقبال مطبوعہ دہلی ۱۹۶۶ء ص ۱۲۶
	۳؎	اقبال:۔ بال جبریل (ساقی نامہ)
	۴؎	ڈاکٹر یوسف حسین خاں: روحِ اقبال ۱۹۶۶ء ص ۱۲۵
۴۰	۱؎	ڈاکٹر یوسف حسین خاں:۔ " " ص ۱۲۹
	۲؎	ڈاکٹر یوسف حسین خاں:۔ " " ص ۱۳۰
	۳؎	ڈاکٹر یوسف حسین خاں:۔ " " ص ۱۲۹
	۴؎	ڈاکٹر یوسف حسین خاں:۔ " " ص ۱۳۰
	۵؎	اقبال:۔ جاوید نامہ
	۶؎	اقبال:۔ جاوید نامہ
۴۱	۱؎	اقبال:۔ اسرار خودی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صفحہ اشعار کا	حاشیہ	
۴۲	۱	ڈاکٹر یوسف حسین خاں ۔ روح اقبال ص ۱۳۱
	۲	ایس اے ۔ واحد : اقبال اس کا فکر و فن ص ۹۵
	۳	ایس ۔ اے ۔ واحد : ۔ ۱۱ " " ص ۴۶
۴۳	۱	اقبال : بال جبریل (مسجد قرطبہ)
	۲	اقبال : ۔ مکتوب بنام پروفیسر نکلسن (تعارف) ص ۲۵
	۳	اقبال : بال جبریل
	۴	ایس ۔ اے واحد : ۔ اقبال اس کا فکر و فن ص ۹۵
	۵	خواجہ غلام السیدین : ۔ اقبال کا فلسفہ تعلیم ص ۱۴۳
	۶	اقبال : ۔ جاوید نامہ : ۔ جس کو خوراک کے لیے جو کی روٹی کافی ہو ۔ اس کا عشق خیبر کا دروازہ اکھاڑ لیتا ہے ۔ اور عشق چاند کو چاک کر دیتا ہے
۴۴	۱	ایس اے ۔ واحد : ۔ اقبال اس کا فکر و فن ص ۹۲
	۲	حضرت بایزید بسطامیؒ (م ۔ ۸۷۵ء)
	۳	اقبال : ۔ ضرب کلیم
۴۵	۱	قرآن مجید : ۔ البقرہ (۲ ۔ ۲۷۳)
۴۶	۱	قرآن مجید : ۔ ص (۳۸ : ۲۴)
	۲	اقبال : ۔ مکتوب بنام پروفیسر نکلسن (تعارف) ص ۲۶
	۳	اقبال : ۔ بال جبریل (گدائی)
۴۸	۱	سب سے بہتر دولت مندی، دل کا غنی ہونا ہے ۔
	۲	اے مرد فقیر! زہد اور تقویٰ کیا ہے ؟ کسی بادشاہ یا امیر سے کوئی غرض نہ رکھنا اگر تجھے بے شمار دولت مل جائے اور تیری ہمت بلند نہ ہو تو وہ دولت بیکار ہے
۴۹	۱	مولانا سید محمد میاں : ۔ پانی پت اور بزرگان پانی پت مطبوعہ دہلی ۱۹۶۳ء

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صفحہ نمبر | کا حاشیہ

۴۹ | صفحات ۳۵ لغایتہ ۴۰-۵۰-۵۱-۱۶۴
خوطہ - منصف تحصیلدار - حاکم

۵۰ | ۱ اقبال: ضربِ کلیم (نفسیاتِ غلامی)

۵۱ | ۱ طالب صفوی: ینابیع التصوف - مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۶۱ء صـ ۲۵۵

* برٹرینڈ رسل Bertrand Russell اس صدی کا مشہور برطانوی ریاضی دان اور فلسفی

۲ وِل ڈوراں: سرِ فلسفہ صـ ۳۶

" ناصرہ (Nazareth) فلسطین کا ایک قصبہ جو مسیحی تبلیغ کا مرکز رہا ہے۔

۵۲ | ۱ طالب صفوی: ینابیع التصوف ۱۹۶۱ء صـ ۷۶ (بحوالہ الملل والنحل ترجمہ مطبوعہ حیدرآباد ج ۲ صـ ۸

۲ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی: خلافت و ملوکیت مطبوعہ دہلی ۱۹۶۹ء صـ ۱۹۶

۵۳ | ۱ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی: " " صـ ۱۷۰

۲ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی: " " صـ ۱۹۶

۳ طالب صفوی: ینابیع التصوف ۱۹۶۱ء صـ ۷۷

۴ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی: خلافت و ملوکیت ۱۹۶۹ء صـ ۱۹۶

۵ ان لوگوں کی نظر میں آخرت کے لیے عمل سے مراد "خاک کی آغوش میں تسبیح و مناجات" ہوگی۔

۶ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی: خلافت و ملوکیت ۱۹۶۹ء صـ ۲۰۰

۷ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی: " " صـ ۱۹۹

۵۴ | ۱ عین = تصور (Idea) اعیان جمع ہے۔
عینیت = تصوریت Idealism عینئین Idealists

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شمار صفحہ	کا حاشیہ	
۵۵	۱؎	وِل ڈوراں :- سیرِ فلسفہ ص۳۵
	۲؎	وِل دوراں :- " ص۱۷
۵۶	۱؎	نوافلاطونیت Neo-Platonism
	۲؎	طالب صفوی - ینابیع التصوف ۱۹۶۱ء ص۲۵۵
	۳؎	فلاطنس (Plotinus) لاطینی نسل کا یہ مصری حکیم ۲۰۵ء میں پیدا ہوا اور ۲۷۰ء میں بمقام روم انتقال کر گیا۔ "لا شیئے" سے تخلیق عالم کا قائل تھا اور افلاطون کی طرح ماورٰی الکائنات اور عقل و تخفیات سے بالاتر غیر مجسم خدا کو مانتا تھا (پلاٹی نیوس کے ۹ رسالے - مترجمہ طالب صفوی مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۶۶ء ص۱۰۵) اپنے خیال میں وہ افلاطون کا شارح اور متبع تھا مگر اس کے خیالات اپنے پیش رو سے کچھ اس قدر مختلف تھے کہ افلاطون سے ان کی نسبت بھی غلطی ہے۔ (مالک رام، ایم-اے: نیرنگ خیال (اقبال نمبر اکتوبر ۱۹۳۲ء ص۱۲۹ (فٹ نوٹ)
	"	فیثاغورث - (Pythagoras) یونانی فلسفی اور ریاضی داں (چوتھی - پانچویں صدی قبل مسیح)
	۴؎	پروفیسر آرم اسٹرانگ :- دیباچہ، پلاٹی نیوس کے ۹ رسالے مترجمہ طالب صفوی صفحات ۴، ۲، ۱۹-۲۰
	"	وسطی افلاطونی فلسفے کا اثر نہ صرف ناسک فرقے کے افراد پر پڑا، بلکہ جادوگروں اور کیمیا کے شائقین کے ساتھ ساتھ وہ لوگ بھی اس سے متاثر ہوئے جو مذہب اور فلسفے میں مطابقت کی کوشش کرتے تھے۔ (طالب صفوی :- پلاٹی نیوس کے ۹ رسالے ص۱۷)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صفحہ نمبر	حاشیہ	
۵۷	۱	طالب صفوی:- پلاٹی نیوس کے ۹ رسالے ص۹۱-۹۲
۵۸	۱	طالب صفوی:- دیباچہ، پلاٹی نیوس کے ۹ رسالے ص۵
	۲	طالب صفوی:- ینابیع التصوف ص۱۵۲
	۳	مولٰینا سید محمد میاں:- پانی پت اور بزرگانِ پانی پت ص۱۳
۵۹	۱	ڈاکٹر یوسف حسین خاں:- روحِ اقبال ص۱۳۱-۱۳۲
۶۰	۱ و ۲	اقبال: ضربِ کلیم (صوفی سے) اور (تصوف)
۶۱	۱	ڈاکٹر یوسف حسین خاں:- روحِ اقبال ص۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۹ لغایتہ ۱۴۱
	۲	اقبال:- ضربِ کلیم۔
۶۲	۱	ایٹلا Attila ہُنوں کا بادشاہ (تقریباً ۴۰۶ء سے ۴۵۳ء) اسے خدائی تازیانہ کہا جاتا ہے۔ اس کی فوجوں نے مشرقی یورپ سے بڑھ کر یورپ کے بیشتر حصہ کو روند ڈالا تھا۔
	۲	چنگیز خاں۔ منگول خوں ریز شہنشاہ (۱۱۶۲ء۔ ۱۲۲۷ء) جس کی فوجوں نے چین۔ روس۔ ایران۔ ہندوستان وغیرہ کو تاخت و تاراج کیا۔
۶۳	۱	اقبال:- دیباچہ مرقع چغتائی (ڈاکٹر یوسف حسین خاں:- روحِ اقبال ۱۹۶۶ء ص۱۶، ۱۵)
	۲	ڈاکٹر یوسف خاں:- روحِ اقبال ۱۹۶۶ء صفحات ۲۲-۱۵-۳۵-۲۹-۱۷
۶۴	۱	اقبال: ضربِ کلیم (تربیتِ خودی)
۶۵	۱	قرآن مجید: الاحزاب (۳۳: ۷۲)۔ اقبال: اسلامی الٰہیات کی تشکیل جدید ص۹۵
	۲	خواجہ غلام السیدین۔ اقبال کا فلسفۂ تعلیم ص۳۴
	۳	اقبال: اسرارِ خودی۔ آزاد مرد کا کام ہر گھڑی نت نئی تخلیق میں لگا رہنا ہے اس کے ساز کے تاروں سے مسلسل نئے نئے نغمے پیدا ہوتے ہیں اس کی فطرت کچھ بھی دہرانے کی زحمت نہیں اٹھاتی کیونکہ اس کا راستہ پرکار کا حلقہ نہیں ہوتا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صفحہ نمبر	حاشیہ	
۶۷	۱	اقبال :- بالِ جبریل ۔
	۲	اقبال : اسرارِ خودی ۔ سبزہ ، دینِ نمو کا پابند ہو کر اگا ہے اور اسے ترک کرنے کی وجہ سے روندا گیا ہے ۔
	۳	اقبال : اسرارِ خودی :- آئین کی سختی کا شکوہ مت کر ۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی قائم کی ہوئی حدوں سے باہر نہ جا ۔
۶۸	۱	قرآن مجید :- البقرہ (۲ : ۳۰ ، ۳۳)
۶۹	۱	اقبال : پیامِ مشرق ۔ عشق نے نعرہ لگایا کہ خونیں جگر پیدا ہو گیا ۔ حسن لرز اٹھا کہ ایک صاحبِ نظر پیدا ہوا ۔ فطرت بے حواس ہوئی کہ اس جہانِ مجبور کی خاک سے ایک خود شکن خودگر و خودنگر نے جنم لیا ۔ آسمان سے شبستانِ ازل کو پیغام پہنچا کہ اے پردہ دارو ہوشیار رہو ۔ کیونکہ حجابات اٹھانے والا پیدا ہوا ۔ آغوشِ حیات میں اپنے سے بے خبر آرزو نے آنکھ کھولی اور دوسرا جہان رونما ہو گیا ۔
	۲	اقبال :- مکتوب بنام پروفیسر نکلسن (تعارف) ص۲۷
	۳	اقبال :- ضربِ کلیم
۷۰	۱	یداللہ ۔ اللہ کا ہاتھ ۔ حضرت علی کا لقب ہے ۔
	۲	انا مدینۃ العلم و علیٌّ بابُہا (میں علم کا شہر اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں) حدیث مشہور
۷۱	۱	(معجزہ رجعتِ خورشید ۔ نور الانوار ص۱۰۹ بحوالہ کتاب سیر حاشیہ نورالانوار ص۱۰۹)
۷۲	۱	پروفیسر نکلسن : ترجمہ اسرارِ خودی ص۹۵ (فٹ نوٹ)
	۲	ایس ۔ اے واحد :- اقبال اس کا فکر و فن ص۱۱
۷۳	۱	ابو العلا احمد بن عبد اللہ بن سلیمان المعری التنوخی (۹۷۳ء تا ۱۰۵۷ء)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ادیب ۔ شاعر ۔ لغوی ۔ نحوی ۔ فلسفی ۔ طنز نگار ۔ معلم اخلاق ۔ قنوطی ۔ تارک دنیا منکر خدا جس کی تصانیف "الغفران" اور "لزومیات" ہیں ۔

۲ لزومات ۔ معری کے قصائد کا مجموعہ ۔ لزومیات کو لزومات نظم کیا ہے ۔

۳ اقبال :۔ بالِ جبریل ۔ (ابوالعلا معری)

۴ نطشے (Friedrich Wilhelm Nietzche) ۱۸۴۴ء ۔ ۱۹۰۰ء

جرمن فلسفی جس کے تصورات سے یورپ بہت متاثر ہوا ۔ یورپ کے جنگ بازو میں اس درجہ مقبول تھا کہ ایڈولف ہٹلر نے اپنے دست راست بنیٹو مسولینی کی ساٹھویں سالگرہ پر اس کی تصانیف کا مجموعہ تحفے میں بھیجا تھا ۔ ریڈرز ڈائجسٹ نومبر ۱۹۷۲ء ص ۱۷۶ بحوالہ رچرڈ کولیر ۔ ڈوچے دی ڈیز آف رینکنے

۷۴ ۱ ایس ۔ اے ۔ واحد :۔ اقبال اس کا فکر و فن ص ۱۳۳ ۔ ۱۳۴

۷۵ ۱ اقبال : اسرارِ خودی ۔ جو خودی کے مقامات سے واقف ہو وہ طاقتور دشمن کو خدا کا فضل سمجھتا ہے ۔

۷۶ ۱ ایس ۔ اے واحد :۔ اقبال اس کا فکر و فن ص ۱۳۶

۷۷ ۱ عربی ۔ فارسی اور انگریزی کی لغات ص ۶۳۵

۷۹ ۱ اقبال :۔ ضرب کلیم (قوت اور دین)

۲ فسطائی (Fascist) فسطائیت کو ماننے والا

فسطائیت (Fascism) سامراج اور سرمایہ داری کی ایک صورت جو سنہ ۱۹۱۹ء کے آس پاس اٹلی میں نمودار ہوئی ۔ اٹلی کے آمر بنیٹو مسولینی نے اسے بہت تقویت دی ۔ یہ آئینی حکومت سے متعلق ہر تصور کی مخالف ہے رنگ و نسل اور ایسی وطن پرستی کی علامت جو خون خوار ہو ۔

۸۱ ۱ ایس ۔ اے ۔ واحد ۔ اقبال اس کا فکر و فن ص ۱۲۳ (بحوالہ اے ایچ جے نائٹ)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نطشے کی زندگی اور تصانیف کے چند رخ ص۱۲۷)

81 ۲ھ سادیت پسند (Sadist) سادیت (Sadism) نفسیات کی اصطلاح
ہے اور اس حالت کو ظاہر کرتی ہے جس میں جنسی لذت تکلیف اور اذیت
پہنچانے نیز تباہ کرنے سے وابستہ ہو جائے (جنسی دیوانگی)

۳ھ ایس۔ اے۔ واحد:۔ اقبال اس کا فکر و فن ص۱۲۳-۱۲۴

82 ۱ھ اقبال:۔ ضرب کلیم

۲ھ پروفیسر نکلسن:۔ ترجمہ اسرار خودی ص۱۱۸ (فٹ نوٹ)
حضرت میاں میرؒ۔ مشہور درویش سنہ وفات ۱۶۳۵ء مزار لاہور میں ہے۔

۳ھ اقبال:۔ اسرار خودی جس نے اپنا خنجر اللہ کے مقصد کے علاوہ کسی اور مقصد
کے لیے اٹھایا تو اس کا خنجر اسی کے سینے میں پیوست ہوا۔

83 ۱ھ پروفیسر نکلسن:۔ ترجمہ اسرار خودی ص۱۲۲ (فٹ نوٹ)

84 ۱ھ بانگ درا

۲ھ صنعتی انقلاب Industrial Revolution برطانوی معاشرت و
معیشت کا وہ انقلاب جو مشینوں اور بالخصوص بھاپ سے چلنے والے
انجنوں کے سبب رونما ہوا۔ اس کے نتیجے میں گھریلو صنعتوں کا دور ختم ہو کر
فیکٹریوں اور ملوں کا دور شروع ہوا۔ یہ ۱۷۵۰ء کے آس پاس شروع ہو کر
۱۸۵۰ء تک ختم ہو گیا تھا اور اس کا اثر پوری دنیا پر پڑا۔

۳ھ سامراج۔ رجعت پسندی اور تشدد کی وہ کوشش جو زور زبردستی کے ذریعہ
علاقائی الحاق کی طرف قدم بڑھاتی ہے۔
سرمایہ دارانہ سامراج = سرمایہ داری کی اجارہ دارانہ منزل

۴ھ اقبال: بالِ جبریل (لینن خدا کے حضور میں)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صفحہ	شمار حاشیہ	
٨٥	۵	اقبال: ضربِ کلیم (دوزخی کی مناجات)
٨٦	۱	صفحہ ۳۴ کا حوالہ ۳ ملاحظہ ہو۔
	۲	اقبال: ضربِ کلیم
	۳	اقبال: اسرارِ خودی۔ اے دوستو! اب کیا تدبیر ہو۔ ہمارے پیر کا رخ تو مے خانہ کی طرف ہے۔
٨٨	۱	اقبال: بالِ جبریل
	۲	اقبال:۔ جاوید نامہ۔ ہر تدبیر میری تقدیر سے وابستہ ہے۔ صاحب زبان اور بے زبان سب میرے شکار ہیں۔ شاخ میں کلی میرے طفیل پروان چڑھتی ہے۔ پرندہ میری وجہ سے نالہ کش ہوتا ہے۔ میری پرواز سے دانہ پودے میں تبدیل ہوتا ہے میرے فیض سے ہر جدائی وصل بنتی ہے۔ میں ہی عتاب ہوں، میں ہی خطاب ہوں اور میں ہی پیاس دیتا ہوں تاکہ شرابِ عطا کر سکوں۔ میں حیات ہوں، میں موت ہوں میں ہی حسابِ یومِ حشر ہوں۔ میں ہی دوزخ ہوں میں ہی جنت اور میں ہی حور ہوں۔ آدمی اور فرشتہ دونوں میرے اسیر ہیں۔ یہ چھ دن میں ظاہر ہونیوالا عالم بھی میرا ہی پیدا کردہ ہے۔ میں ہی وہ پھول ہوں جو تو شاخ سے توڑتا ہے میں ہی ہر اُس شے کی اصل ہوں جو تو دیکھتا ہے۔ یہ جہان میرے طلسم کا اسیر ہے جو ہر لمحہ میرے دم سے بوڑھا ہوتا رہتا ہے
٨٨	۳	اقبال:۔ اسلامی الٰہیات کی تشکیل جدید صفحہ ۱۸۲
٨٩	۱	شاہ طہماسپ۔ ہمایوں کا ہم عصر ایران کا بادشاہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صفحہ کا شمار | حاشیہ

۲ اقبال:- اسلامی الہیات کی تشکیل جدید ص۵۰-۵۱

۹۰ ۱ اقبال:- " " ص۵۱

۲ اقبال: " " ص۵۸-۵۹

۳ و ۴ اقبال: بال جبریل (مسجد قرطبہ)

۵ اقبال:- اسلامی الہیات کی تشکیل جدید ص۵۸، ۵۹

۹۱ ۱ اقبال: بال جبریل (ساقی نامہ)

۲ غالب۔ دیوان غالب (اردو)

۳ اقبال:- بالِ جبریل یہ جاہلوں کا قول ہے کہ زمانہ ساز بن جا، اگر زمانہ تیرا ساتھ نہیں دیتا تو اس سے جنگ کر۔

۹۲ ۱ ڈاکٹر یوسف حسین خاں:- روحِ اقبال ۱۹۶۶ء ص۳۵۷ (فٹ نوٹ)

" ایک خیال یہ ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ مگر امام رازی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے

۲ اب۔ Now یہ وقت۔ اس وقت

۳ "محمد عربی عرش بریں پر پہنچے اور واپس آگئے۔ خدا کی قسم اگر میں اس مقام پر پہنچ جاتا تو کبھی واپس نہ آتا" مولانا عبدالقدوس گنگوہیؒ کا قول ہے۔
(اقبال:- اسلامی الہیات کی تشکیل جدید ص۱۲۴)

۹۳ ۱ ڈاکٹر یوسف حسین خاں:- روحِ اقبال ص۳۶۷ بحوالہ اقبال:-

عزمِ او خلاقِ تقدیرِ حق است
روزِ ہیجا تیرِ او تیرِ حق است

(اس کا عزم تقدیرِ حق کو خلق کرنے والا اور روزِ جنگ اس کا تیر تیرِ حق ہی ہے)

قرآن مجید:- وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى - (اے پیغمبر!

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صفحہ کا شمار | حاشیہ

جب تم نے (میدانِ جنگ میں مٹھی بھر کر خاک) پھینکی تو حقیقت یہ ہے کہ تم نے نہیں پھینکی۔ خدا نے پھینکی تھی (الانفال ۸: ۱۶۔ ترجمان قرآن۔ آزاد) کچھ مترجموں نے مٹھی بھر خاک کے بجائے کنکریاں لکھی ہیں اور کچھ نے یہ کہا ہے کہ جب تم نے وار کیا تو حقیقت یہ ہے کہ تم نے نہیں، اللہ نے وار کیا۔ اقبال نے وار کے بجائے تیر چلانا کہا ہے۔ یہ جنگِ بدر کا واقعہ ہے۔

۵۲ ڈاکٹر یوسف حسین خاں:۔ روحِ اقبال ص۳۸۳ (فٹ نوٹ)

۹۴ لہ مشکوٰۃ شریف (ترجمہ و مقدمہ از قلم شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح) مطبع دیوبند جلد اول کتاب الایمان ص۹

اسرارِ خودی (اردو)

۱۰۰ لہ چمکا نہیں = رم ندیدہ۔ میداں میں خر پہنچ گئے چمکا کے راہوار (انیس)

۱۰۲ لہ اقبال کی مراد یہ ہے کہ وہ اپنی شاعری میں عمیق منشائیں لا کر اس کی قدر بلند کر دیتے ہیں۔ یہاں سبزی بیچنے والوں کی عادت کی طرف اشارہ ہے کہ وہ سبزیوں پر پانی چھڑک دیتے ہیں تاکہ وہ تروتازہ رہیں اور اچھے دام اٹھائیں۔ (نکلسن)

۱۰۳ (۱) مثنوی مولانا روم کی طرف اشارہ ہے جس کے لیے کہا جاتا ہے کہ
مثنوی مولوی معنوی ۔ ہست قرآں در زبانِ پہلوی

۱۰۴ (۱) حَے = مجنوں کی محبوبہ لیلیٰ کے قبیلے کا نام
(۲) زِندہ = قوی ۔ زِندہ = جان دار
(۳) انگارہ = نقشِ ناتمام

۱۰۵ (۱) خوانسار و اصفہان۔ ایران کے دو شہر جہاں نامور شعراء پیدا ہوئے ہیں۔

۱۱۲ (۱) دخترِ سردارِ طے = قبیلہ بنی طے کے سخی سردار حاتم کی بیٹی۔

۱۱۳ (۱) اگرچہ کفارِ مکہ نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بہت ایذا دی تھی مگر فتح مکہ کے بعد جب فاتح کو انتقام کا حق اور قوت حاصل تھی حضورؐ نے لا تثریب علیکم (یعنی تمہارے لیے کوئی سزا نہیں) کہہ کر سب کو معاف کر دیا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صفحہ نمبر	حاشیہ
	اسی کی طرف تلمیح ہے۔ (اقبال)
	" قرآن مجید کے رو سے یہ وہی الفاظ ہیں جو حضرت یوسفؑ نے اپنے ظالم بھائیوں کو معاف کرتے ہوئے کہے تھے۔" قَالَ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ط (یوسف نے کہا آج کے دن تم پر (میری جانب سے) کوئی سرزنش نہیں (قرآن مجید: یوسف ۱۲ : ۹۱ - ترجمان قرآن (۲) آزاد)
	(۲) تلمیح ہے استن حنانہ (بین، آہ و بکا کرنے والے ستون) کی طرف۔ مسجد نبوی میں حضور نبی کریمؐ لکڑی کے ایک ستون سے بدن لگا لیتے تھے۔ آپکی رحلت کے بعد اس ستون سے رونے کی آواز آیا کرتی تھی۔
۱۱۴	لہ حضور نبی کریم، کتاب کونین کا دیباچہ ہیں۔ جملہ عالم خادم اور وہ مخدوم ہیں
	(۲) حضرت بایزید بسطامی (م ۲۶۱ھ) ملاحظہ ہو صفحہ سابق ۲۴
	۳ وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً (اور اے پیغمبر! اس حقیقت پر غور کرو) جب ایسا ہوا تھا کہ تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا میں زمین میں ایک خلیفہ (نائب) بنانے والا ہوں — (قرآن مجید:- البقرہ: ۲۸ ترجمان قرآن (۱) آزاد)
۱۱۵	لہ ملاحظہ ہو صفحہ سابق ۲۶
	۲ مہ = ریت کا تودہ جو اپنے وجود سے اپنا رزق اس طرح حاصل کرتا ہے کہ اس کی ریت پھسل کر بھی اس کے پہلو ہی میں رہتی ہے۔ نکلسن نے اپنے انگریزی ترجمہ میں اس کا ترجمہ چاند ہی کیا ہے جو میری رائے میں صحیح نہیں کیونکہ دو چار اشعار کے بعد ہی علامہ نے چاند کو سورج کا دست نگر بتایا ہے۔
۱۱۶	لہ الکاسب حبیب اللہ۔ کاسب (محنت سے روزی کمانے والا) اللہ کا دوست ہے" (حدیث شریف)
۱۱۷	(۱) حضرت بو علی شاہ صاحب قلندرؒ کے شعر مرحبا اے بلبل باغ کہن - از گل رعنا بگو با ما سخن

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صفحہ نمبر	حاشیہ	
۱۲۰	(۱)	اَشَر = بدترین (شرارت پسند) یومِ نحس مستمر = بدبختی کا طویل دن
۱۲۵	(۱)	سینا = کوہِ سینا - کوہِ طور
۱۳۱	(۱)	عِندَہٗ حُسنُ المَآب - تلمیح ہے آیت قرآنی کی طرف - وَاللّٰہُ عِندَہٗ حُسنُ المَآب ۝ اور بہتر ٹھکانا تو اللہ ہی کے پاس ہے۔ قرآن مجید: آل عمران - ۳ - ۱۳ — ترجمان قرآن (۱) آزاد
۱۳۳	(۱)	حضرت ابراہیمؑ کے ایمان اور حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی کی طرف اشارہ ہے۔
〃	(۲)	اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنھٰی عَنِ الفَحشَآءِ وَالمُنکَرِ یقیناً صلوٰۃ (نماز) بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔ قرآن مجید: العنکبوت ۲۹: ۴۵
〃	(۳)	لَن تَنَالُوا البِرَّ حَتّٰی تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ ۝ (یاد رکھو) تم نیکی کا درجہ کبھی حاصل نہیں کر سکتے۔ جب تک تم میں یہ بات پیدا نہ ہو جائے کہ (مال و دولت میں سے) جو کچھ محبوب رکھتے ہو اسے (راہِ حق میں) خرچ کرو۔ (قرآن مجید: آل عمران ۳: ۸۶، ترجمان قرآن (۱) آزاد)
۱۳۴	(۱)	مُلکٍ لَّا یَبلٰی = وہ ملک جو زمانے کی دست برد سے محفوظ رہے۔
۱۳۵	(۱)	حضور نبی کریمؐ کی طرف اشارہ ہے۔
	(۲)	تلمیح ہے آیات قرآنی کی طرف - وَعَلَّمَ آدَمَ الاَسمَآءَ کُلَّھَا...... اور آدمؑ نے یہاں تک (معنوی ترقی کی کہ) تعلیم الٰہی سے تمام چیزوں کے نام معلوم کر لیے۔ (قرآن مجید: البقرۃ - ۲: ۲۹ ترجمان قرآن (۱) آزاد) سُبحٰنَ الَّذِی اَسرٰی بِعَبدِہٖ لَیلًا مِّنَ المَسجِدِ الحَرَامِ اِلَی المَسجِدِ الاَقصَی الَّذِی بٰرَکنَا حَولَہٗ لِنُرِیَہٗ مِن اٰیٰتِنَا ۝ (پاک ہے اس ذات کے لیے جس نے اپنے بندے کو (یعنی پیغمبر اسلام کو) راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کہ اس کے اطراف کو ہم نے بڑی ہی برکت دی ہے، سیر کرائی اور اس لیے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صفحہ	نمبر حاشیہ	
		سیر کرائی کہ اپنی نشانیاں اسے دکھادیں ۔ (معراج کی طرف اشارہ ہے ۔)
		(قرآن مجید: بنی اسرائیل ۱۷: ۱ ۔ ترجمان قرآن (۲) آزاد)
۱۳۵	(۳)	حضرت موسیٰؑ کے عصا اور معجزے کی طرف اشارہ ہے
	(۴)	حضرت عیسیٰؑ کے معجزے کی طرف اشارہ ہے
۱۳۷	(۱)	مرتضیٰ (پسندیدہ منتخب)، بوتراب (مٹی کا باپ)، یداللہ (اللہ کا ہاتھ) شیرِ حق (شیرِ خدا)، فاتحِ خیبر (قلعۂ خیبر کو فتح کرنے والا) ساقیِ کوثر (قیامت کے دن حوضِ کوثر پر پیاسوں کو سیراب کرنے والا۔
		یہ سب حضرت علیؓ کے نام ہیں۔
۱۳۸	(۱)	معجزۂ رجعتِ خورشید (عودِ شمس) کی طرف اشارہ ہے ۔
۱۴۰	(۱)	کُن = امرِ تکوین ۔ وَاِذَا قَضٰٓی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ۝ وہ (اللہ) جب کسی کام کا فیصلہ کرلیتا ہے، تو (نہ تو اسے کسی مددگار کی ضرورت ہوتی ہے نہ وسائل و ذرائع کی) بس وہ حکم دیتا ہے کہ ہوجائے اور جیسا کچھ اس نے حکم دیا تھا ویسا ہی ظہور میں آجاتا ہے ۔
		(قرآن مجید:۔ البقرۃ ۲ : ۱۱۲ ترجمان قرآن (۱) آزاد)
۱۴۱	(۱)	خواجہؒ ۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ جو حضرت ہجویریؒ کے مزار پر تشریف لائے تھے۔
	(۲)	عہدِ فاروق ۔ حضرت عمر فاروقؓ کا شاندار عہد خلافت ۔
		فاروق = فرق کرنے والا (حق و باطل میں)
۱۵۱	۵	شہر سے مراد اقبال کا لاہور ہے جہاں حضرت شیخ میاں میرؒ (۱۶۳۵ء) کا مزار ہے
۱۵۴	(۱)	تشکیک و اشراق ۔ قدیم فلسفۂ یونان کے دو اسکول ۔ مؤخر الذکر افلاطون کے فلسفے کا نتیجہ ہے مسلمانوں میں اس کے جامع اور مرتب شیخ شہاب الدین سہروردی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

3784

صفحہ | شعر | حاشیہ

مقتول تھے جن کو سلطان علاء الدین نے علمائے وقت کے فتوے پر قتل کرا دیا تھا (اقبال)

مشائین - حکمار کا وہ گروہ جو ارسطو کا متبع ہے۔

(٢) پیر تبریزی - حضرت شمس تبریزی

کمال - حضرت شیخ کمال الدین جنیدی

١٥٥ (١) آفل = غروب ہونے والا - زوال پذیر

تلمیح ہے لَا اُحِبُّ الۡاٰفِلِیۡنَ کی طرف - فَلَمَّا جَنَّ عَلَیۡهِ اللَّیۡلُ رَاٰ کَوۡکَبًا

قَالَ هٰذَا رَبِّیۡ ۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَاۤ اُحِبُّ الۡاٰفِلِیۡنَ ۝

پھر (دیکھو) جب ایسا ہوا کہ اس پر رات کی تاریکی چھا گئی، تو اس (حضرت ابراہیمؑ) نے آسمان پر ایک کوکب (چمکتا ہوا) دیکھا - اس نے کہا "یہ میرا پروردگار ہے" (کہ سب لوگ اس کی پرستش کرتے ہیں) لیکن جب وہ ڈوب گیا تو کہا "نہیں، میں انہیں پسند نہیں کرتا جو ڈوب جانے والے ہیں"

قرآن مجید:- الانعام ٦ : ٧٧، ترجمان قرآن (١) آزاد

١٥٨ (١) دریائے احمر = Red Sea وہ سمندر جو جزیرہ نمائے عرب کو افریقہ سے الگ کرتا ہے

١٥٩ (١) خط = لکیر

(٢) احرار - حُر کی جمع ہے - حُر بمعنی آزاد

(٣) لِی مَعَ اللہ - ملاحظہ ہو صفحہ سابق ٩٢

(٤) عاشور = ماہ محرم کا دسواں دن - حضرت امام حسینؑ کی شہادت کا دن، یوم غم و آلام

١٦٠ (١) لَا تَسُبُّوا الدَّهۡرَ - ملاحظہ ہوں صفحات نمبر ٩٣-٩٤

(٢) عبد = غلام

١٦٣ (١) سلمانؓ فارسی اور بلالؓ حبشی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے - ان دونوں کا ایمان اور حضورؐ کی ذات سے عشق مثالی ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صفحہ کا شمار حاشیہ

۱۶۳ (۲) آیات = جمع ہے آیت کی ۔ آیت بمعنے نشانی

(۲) اعدا ۔ عدو کی جمع ہے ۔ عدو بمعنے دشمن ۔ خاضعین ۔ سبک سر ۔ ذلیل

اِنْ نَّشَأْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَاءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِيْنَ

الشعراء ۔ ۲۶ : ۴

3784

Forwarded with Compliments from the Department of Culture Government of India

Library

Acc. No.

Class No.

Cat. on

Tag etc

Checked

Any Other

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar